منظر نامہ

7

کوشش

گلزار

قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)
ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی

Koshish

By : Gulzar

© گلزار

پہلا ایڈیشن : 1100

سنہ اشاعت : 2005

قیمت : -/48روپے

شمار سلسلۂ مطبوعات : 1220

ترتیب : آر.ایل.مشرا

کمپیوٹر کمپوزنگ : فرحانہ محمود

ٹائپ سیٹنگ : ساجدہ بیگم

ISBN-81-7587-086-9

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔1، آر۔کے۔ پورم، نئی دہلی۔110066

فون نمبر: 26103938، 26103381، 26179657 فیکس: 26108159

ای میل : urducoun@ndf.vsnl.net.in، ویب سائٹ : www.urducouncil.nic.in

طابع : لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی-110006

پیش لفظ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ایک قومی مقتدرہ کی حیثیت سے کام کررہی ہے۔ اس کی کارگزاریوں کا دائرہ کئی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جن میں اردو کی ان علمی و ادبی کتابوں کی اشاعت بھی شامل ہے جو اردو زبان و ادب کے ارتقا میں معاون ہوسکتی ہیں۔ قومی اردو کونسل نے اب فلمی اسکرپٹ کا انتخاب ''منظرنامہ'' کے عنوان سے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اردو میں ایک نئی صنف ادب کا اوّلین تعارف ہوگا۔ زبان و ادب کا براہ راست روزگار سے متعلق ہونا ضروری نہیں لیکن جب کسی بھی زبان میں Excellence پیدا ہوجاتا ہے تو وہ خود بخود روزگار سے جڑ جاتی ہے۔ اردو زبان کو نئے ابھرتے ہوئے سائنسی اور تکنیکی منظرنامے سے کونسل نے اپنے کمپیوٹر ایپلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی۔ٹی۔پی۔، کیلی گرافی اور گرافک ڈیزائن، ملٹی لنگول ٹائپ اینڈ شارٹ ہینڈ نیز فنکشنل عربک کے کورسوں کے ذریعے جوڑنے کی کوششیں کی ہیں جنھیں بہت حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ فلمی منظرناموں کو شائع کرنے کا ایک مقصد جہاں اردو زبان و ادب کی اس روایت کو جو مغل اعظم، انارکلی، پاکیزہ، رضیہ سلطانہ، بازار وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، کو محفوظ کرنا ہے وہیں دوسری جانب ان طلبا و طالبات کو اس تکنیک سے باخبر کرنا بھی مقصود ہے جو اسکرپٹ اور مکالمہ نگاری کے میدان میں اپنا مستقبل بنانے کے خواہش مند ہیں۔ اردو زبان و ادب میں منظرنامہ ایک نئی صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی تعریف یوں وضع کی گئی ہے کہ ''بصری پیکروں کا سلسلہ جو

کہانی کا روپ دھارن کرلے، وہی منظرنامہ ہے''۔ اس سمت میں سردست گلزار صاحب نے پہل کی ہے اور انھوں نے کونسل کو 'آندھی'، 'خوشبو'، 'ہوتوتو'، 'لباس'، 'میرا' اور 'کوشش' کے منظرنامے اشاعت کے لیے فراہم کیے ہیں۔ اس کے لیے کونسل ان کی بے حد مشکور وممنون ہے۔ مزید منظرناموں کی حصولیابی کے لیے کونسل سنٹرل بورڈ آف فلم سرٹیفکیشن سے رجوع کررہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انھیں شائع کیا جاسکے۔

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ کونسل کی اس نئی کاوش کے بارے میں ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس ضمن میں ایک مربوط اشاعتی پروگرام مرتب ہوسکے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

دیباچہ

بصری پیکر کو منظر کہتے ہیں اور مناظر میں کہی گئی کہانی کا نام منظر نامہ ہے۔ انگریزی میں اس کے لیے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایک اسکرین پلے ہے، دوسرا سینیر یو (Scenario) دونوں تقریباً ایک سے ہیں لیکن اسکرین پلے میں 'ڈزولو' اور 'کٹ' اور دوسری تکنیکی ہدایات بھی لکھ دی جاتی ہیں جو ڈائرکٹر کی مدد کرتی ہیں۔ اس میں 'سیٹ' یعنی 'محل وقوع' اور منظر کا وقت بھی درج کیا جاتا ہے۔ (یعنی منظر نامہ صبح، شام، رات یا دوپہر، کس وقت کا ہے)۔ یہ تفصیلات ڈائرکٹر کے لیے تبھی ضروری ہوتی ہیں جب وہ اسکرین پلے کو فلماتا ہے، ورنہ یہ تکنیکی ہدایات پڑھنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اس لیے عام قاری کے پڑھنے کے لیے سینیر یو ہی زیادہ موزوں ہے تاکہ وہ اسے ایک ناول کی صورت بنا کسی رکاوٹ کے پڑھ سکے۔ اسی کا نام منظر نامہ ہے۔

ادب میں منظر نامہ ایک مکمل فارم بھی ہے۔ جس کی پہلی مثال جو میری نظر سے گذری وہ ڈی سیکا کا منظر نامہ 'امریکہ امریکہ' تھا۔ اس ڈائرکٹر نے وہ منظر نامہ پہلے لکھا، شائع کیا اور بعد میں اس پر فلم بنائی۔ ادب میں بہت سے مصنف ہیں جو اپنے ناول بھی تقریباً منظر نامے کی شکل میں لکھتے ہیں۔ شرت چندر کے بیشتر ناول اس فارم کے بہت قریب ہیں۔

یہ منظر نامے پیش کرنے کا ایک مقصد قاری کو اس فارم سے متعارف کرنا بھی ہے اور دوسرے یہ کہ ٹی وی اور سنیما سے دلچسپی رکھنے والے شائقین یہ دیکھ سکیں کہ ناول کو کس طرح منظر نامے کی شکل دی جاتی ہے۔ میرے لیے یہ اعتراف کرنا ضروری ہے کہ

میں منظرکشی پر کسی مہارت کا دعویدار نہیں-- کوئی دوسرا ڈائرکٹر یا مصنف، ہوسکتا ہے مجھ سے بہتر منظرنامہ تخلیق کرلے۔

منظرنامے کا اندازِ بیان عموماً اوریجنل کہانی سے الگ ہوجاتا ہے اس لیے وہ اصل کہانی یا ناول یا سوانح عمری کا نیا Interpretation بن جاتا ہے جس کی مثال چند مشہور فلموں سے دی جاسکتی ہے جیسے فلم 'انارکلی' اور 'مغلِ اعظم' ایک ہی ڈرامے سے ماخوذ کیے گئے ہیں۔ 'دیوداس' جتنی بار بنی، اور کئی زبانوں میں بنی، اس کا منظرنامہ بدلتا رہا۔ ٹی وی کی آمد سے منظرناموں کی ضرورت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے افسانوں کے منظرنامے بھی لکھے جانے لگے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، بھیشم ساہنی، منشی پریم چند اور دوسرے بے شمار ادیبوں کے افسانوں پر کام ہورہا ہے۔ بہت سے سیریل سیدھے منظر ناموں میں لکھے جاتے ہیں۔ ٹی وی کی فلموں کے لیے چونکہ وقت کی پابندی (طوالت، Duration) کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اس لیے منظر ناموں کے لیے اکثر ادب سے لیے گئے مشہور افسانوں کو کبھی مختصر کرنا پڑتا ہے، کبھی پھیلاؤ دینا پڑتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش دوسروں کے لیے کارآمد ثابت ہوگی اور دوسروں کے تجربوں سے مجھے فائدہ ہوگا-- کوئی نئی راہ کھلے گی، کوئی نئی بات پیدا ہوگی۔

گلزار

کوشش

نصف صدی گزری، 1952 میں ہندستان کا پہلا انٹرنیشنل فیسٹول منعقد ہوا۔ اُس فیسٹول میں ایک جاپانی فلم آئی تھی، ''ہپی نیس آف اس الون'' جو ایک گونگے، بہرے لڑکے او رگونگی، بہری لڑکی کی کہانی تھی۔ بہت سے لوگوں نے بہت طرح اُس فلم سے متاثر ہو کر اور فلمیں بنائی۔ میری کوشش بھی اُسی سے انسپائرڈ تھی اور میں نے اِسے اپنی طرح پیش کرنے کی کوشش کی۔ اوریجنل میں یہ خیال کہ اپاہج لوگوں کا سماج نارمل لوگوں سے الگ ہے، بڑا رجعت پسند لگتا تھا۔ میں نے اپنی فلم میں اُس کی الٹ ثابت کرنے کی کوشش کی کیونکہ جن لوگوں کو ہم نارمل سمجھتے ہیں وہ کئی طرح سے اپاہج ثابت ہوتے ہیں۔ کبھی روحانی طور پر، کبھی انسانیت کے طور پر!!

جناب این۔سی۔سپّی۔ کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جنھوں نے بہت لوگوں کی مخالفت کے باوجود ایسی فلم بنانے کی ہمت کی!

گلزار

منظر-1

ایک چھوٹے سے گھر کے ایک کمرے میں تین چار لڑکے تخت پر بیٹھے تاش کے پتوں سے جُوا کھیل رہے تھے۔ زبان بھی بہت ہلکی تھی۔

''نوٹ ڈال بے، نوٹ ...!''

''ابے تُو ڈال نا... یہ رُوپیہ تو میرا ہے۔''

''چل بے جگّو ...''

''پتّے بغیر دیکھے میرا بلائینڈ... بیس پیسے ...!''

''میں بھی بلائینڈ ... بیس پیسے ...!'' چوتھا بولا۔

''آٹھ آنے ... بلائینڈ!'' گوپال نے چال بڑھائی۔

گوپال کی چال کے ساتھ، سامنے بیٹھے کانُو نے کہا۔

''میں بھی سُورداس، آٹھ آنے!''

دو بار سبھی بلائینڈ کھیل چکے تھے۔ ایک خُوبصورت سی لڑکی کمرے میں آئی، اور کانُو کے بغل میں بیٹھ گئی۔ کانُو نے اپنے پتّے اُٹھائے اور پارو کی طرف بڑھائے۔ پارو نے پتّوں کو چُوم لیا۔ کانُو خُوش ہو کر پتّے کو دیکھتے ہُوئے بولا۔

''آئے ہائے، پارو جان، جواب نہیں۔''

پان کا اِکّہ کھُلا تھا۔ کانُو نے پھر پتّوں کو بڑھایا پارو کے ہونٹوں کی طرف۔ پارد نے پھر چُوما۔ کانُو نے پھر پتّا کھول کر

دیکھا، اِس بار پان کی بیگم نِکلی۔ کانُو خوشی سے جُھوم اُٹھا اور بولا۔

''ہائے جانی! کیا بات ہے۔ ایک اور ہو جائے پارو جانی۔''

پارو نے تیسری بار پتّے کو چُوما۔ کانُو دھیرے دھیرے تیسرے پتّے کو کھولنے لگا اور تیسرا پتّا نِکلا 'حُکم کا اِکّہ'۔

پارو نے بھی پتّوں کو دیکھا۔ کانُو کے مُنہ سے سِگریٹ نِکال کر کش لیا۔ اور پھر بولی۔

''دیکھتا کیا ہے کھُتنی کے؟ چال چل۔''

سب دوست ہنس پڑے لڑکی کی زبان پر۔ کانُو بولا۔

''کیا زبان چلتی ہے سالی کی۔''

''بھگوان نے زبان دی کس لیے ہے؟''

''گالی بکنے کو دی ہے؟''

''نہیں تو کیا لِفافے پر تھُوک لگانے کو دی ہے؟''

دوست یہ سُن کر پھر ہنس پڑے۔ کانُو نے چال چلی۔

''ایک چال، روپیے کی۔''

گوپال نے کانُو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''ایک میری بھی ہُوئی۔''

''ایک اور ...''

''اپنی دو روپیے ...''

کانُو نے کُچھ سوچ کر، پھر سے پیسے ڈالے۔

''اپنی دو روپے ...!''

''چار ...''

''اب ...''

کانُو نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پیسے اُس کے پاس تھے نہیں۔

پارو نے گوپال سے کہا۔

''ننگا ہو جا۔''

''شو کے پیسے لگتے ہیں۔''

''دے دیں گے۔'' کانُو پتّوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''اُہوں! اُدھار پہ تو ننگے نہیں ہوتے بیٹا!''

کانُو نے کُچھ سوچ کر پارو سے کہا۔

''اے پارو! اُدھار دے نا!''

''کیا ...''

''ارے پیسے! ایک پانچ روپے دے نا۔''

''پہلے پچھلا چُکتا کر۔''

کانُو نے ہیرا کی طرف دیکھا۔ ہیرا نے کہا۔

''اپنے پاس تو ایک روپیہ ہے۔ لگے تو لے لے۔''

کانُو نے بے چارگی سے کہا۔

''اچّھا بیٹا لے جا...''

گوپال نے پتّے اور پیسے سمیٹ لیے۔

''ابے بتا تو دے۔ ہے کیا...؟''

''دو دہلے ہیں۔''

''دھت تیری تو۔ اچّھی بات ہے بیٹا اپنا بھی نمبر آئے گا۔چل ہیرا۔''

کانُو اُٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ پارو نے پتّے باٹنے کو کہا۔

''چل بانٹ بے...۔''

''مال ہے؟''

''ہے۔ بہُت ہے۔ مُجھے بھی کیا کانُو سمجھ رکھا ہے۔''

2

کانُو اور ہیرا گلی میں جا رہے تھے، اور آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے۔ کانُو نے کہا۔

''آج کل، بڑی بیڈلک چل رہی ہے یار۔ نہ تاش پھلتی ہے، نہ بلیک چلتی ہے۔ پرسوں پچیس ٹِکٹ لیے تھے'لال بتّی کے'۔ دو بِکے وہ بھی دُھکّل میں۔''

''ہُوں...۔'' ہیرا نے بھی سر ہلایا۔

''بڑی مُشکل سے ہاتھ جوڑ کر باقی ٹِکٹ واپس دیئے وِنڈو پہ۔''

کانُو نے چلتے چلتے پاس رکھے خُونچے سے چنے اُٹھالیے، اور آگے بڑھ گئے۔ ہیرا نے کہا۔

''ارے اپنی بھی تو بیس ٹکٹیں تھیں، بِک جاتیں تو سو ڈیڑھ سو کا فائدہ ضرور ہو جاتا۔''

''سو ڈیڑھ سو...؟''

''ہُوں...''

''اب فلم چل جاتی تو چار پانچ سو کا فائدہ ہوتا۔''

''ہاں...''

''اور نہیں چلتی تو دس روپے تک کے واندے پڑ جاتے ہیں۔ اچھا چلیں، شام کو مِلیں گے۔''

''اوکے۔''

کانُو اپنے دوست کو وِداع کر کے اپنے گھر آیا۔ پاس ہی اُس کی بہن آرتی سو رہی تھی۔ اُسے سوتا دیکھ کر کانُو اُس کا صندوق اُوپر سے اُتارنے لگا جو زمین پر گر پڑا۔ آواز ہُوئی لیکن بہن اُٹھی نہیں۔ کانُو نے اُس بکسے کا تالا توڑ کر اندر سے پیسوں کی گلگ نِکالی۔ گھر سے کھسکنے ہی والا تھا کہ اُس کی ماں آگئی۔

''کیوں رے، آج تُو اِس وقت گھر پہ کیسے آگیا؟''

''ایسے ہی۔''

''آرتی کہاں ہے؟''

''سو رہی ہے۔''

''تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

کانو ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔

''کُچھ نہیں ...''

''کیا چُھپا رہا ہے؟ دِکھا ... دِکھا!''

کانُو کے ہاتھ سے مٹّی کی گُلک گر پڑی اور ٹُوٹ گئی۔ پیسے چاروں طرف بکھر گئے۔ ماں نے غُصّے سے کہا۔

''کمینے... بے حیا، شرم نہیں آتی بہن کے پیسے چُرا کے لے جاتا ہے؟''

''تو کیا ہُوا؟ دیتا بھی تو ہُوں۔''

''کب دیئے تھے تُو نے؟''

''دیئے نہیں راکھی والے دِن؟ پانچ روپے نہیں دیئے تھے؟''

ماں نے زمین سے گُلک کے پیسے اِکٹھا کرنا شروع کیے۔

''اِس لیے دیئے تھے؟ پھر چوری کرنے کے لیے۔ بجائے بیٹی کے، تُجھے گونگا، بہرہ بنا دیتا بھگوان تو میں زیادہ سُکھی ہوتی۔ تیرے ہاتھ پیر کیوں نہیں توڑ دیتا بھگوان۔''

''دیکھو نا،ایک کو تو زبان نہیں دی، اور جِسے دی ہے، رُکتی ہی نہیں، بولتی چلی جا رہی ہے۔''

ماں نے اُس کے پیر پہ مارا جس کے نیچے اُس نے ایک نوٹ دبا لیا تھا۔

''چل ہٹ! دفع ہو جا یہاں سے...''

کانُو وہاں سے چلا گیا، ماں آرتی کو جگانے لگی۔

''اے! آرتی!'' ماں نے آرتی کو اُٹھا کر بتایا، کُچھ بول کے کُچھ اِشارہ کر کے، جِس طرح گُونگوں اور بہروں سے بات کی جاتی ہے۔

''یہ لے سنبھال تیری پُونجی وہ بھائی ہے نا تیرا، لے جا رہا تھا چُرا کے، گُلک توڑ کے وہ دیکھ!''

آرتی نے بھی اِشاروں ہی میں پُوچھا۔

''میرا بکسا کہاں ہے؟''

''بکسا؟ وہ تو نہیں تھا اُس کے پاس۔ یہیں کہیں ہوگا۔ یہ رہا...!''

ماں نے اِشارے سے بکسا دِکھایا، جو تخت کے نیچے پڑا تھا۔

آرتی نے اپنا بکسا دیکھا، جو کُھلا ہُوا پڑا تھا۔ ماں نے اِشارے سے کُچھ کہتے ہُوئے آرتی سے پُوچھا۔

''تُو! وہ جھمکے، جِس کے لیے پیسے جمع کر کے رکھے ہیں۔ وہ لے کیوں نہیں آتی۔''

آرتی بڑی روانی سے اپنی بات اشاروں میں سمجھا لیتی تھی۔

''گلے کا ہار بھی لینا ہے مُجھے۔''

ماں نے بات سمجھتے ہوئے پُوچھا۔

''کیوں...؟''

''کان کے جھمکے بھی، اور گلے کا ہار۔''

''اوہ ہار ... ہار!''

''دیوالی پر لُوں گی۔''

''دیوالی کے دِن ...؟''

آرتی نے سمجھایا کہ بھائی نے دیوالی پر اور پیسے دینے کا وعدہ کیا ہے۔

''تیرا بھائی؟ زیادہ پیسے دے گا؟ دے چُکا تُجھے پیسے! آ چُکا تیرا ہار اور تیرے جُھمکے۔''

ماں نے جاتے جاتے اِشاروں میں بولتے ہُوئے سمجھایا۔

''میں دُوں گی، تُو یہ جمع کر کے رکھ لے۔''

آرتی نے تالی بجا کر اِشارے سے ماں کو بُلایا۔

''ہُوں، کیا ہے ...؟''

آرتی نے ماں کو پاس بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔ پھر بڑے دُلار سے ماں کے گالوں کو چُوم لیا۔ ماں نے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا، اور رسوئی کی طرف چل دی۔ آرتی بھی رسوئی میں آگئی، اور ماں کے ہاتھ سے تھیلا چھین لیا۔

''میں سامان خریدنے جاؤں گی۔''

''آج تُو جائے گی؟ تُو کہاں سب کو سمجھاتی پھرے گی؟''

''میں لِکھ کر سمجھا دُوں گی!''

ماں نے اِشارے سے اور بول کر جو جو لانا تھا، وہ دِکھایا اور بتایا۔

''شرما کو تُو لِکھ کے سمجھا دینا۔ یہ سب لے آنا۔ نمک، ہلدی، دال، یہ سبزیاں، اور یہ مِرچ، لیموں بھی لانا، یہ لے پیسے۔ ٹھیک طرح سے پیسے واپس لے کے آنا۔''

''ہُوں...''

آرتی پیسوں کو آنچل میں باندھتے ہُوئے گھر سے باہر نکل گئی۔

3

دُکاندار سامان نِکال کر لکھی پرچی کے حِساب سے الگ الگ رکھنے لگا۔

''نمک، دال، ہلدی، ...!''

''دھونے کا صابن...!'' آرتی نے شرما کو ہاتھ کے اِشارے سے سمجھایا۔

''صابن وہی جو ہمیشہ لے کر جاتی ہے؟ ارے بندو ایک لائف بوائے لے کر آنا تو...''

ایک آدمی سائیکل سے شرما کی دُکان کے سامنے آ کر رُکا، اور دُکان کے اندر آیا۔ وہ بھی گُونگا اور بہرہ تھا۔ شرما نے کہا۔

''آؤ! ہری چرن آؤ۔''

''جلدی کرو۔'' آرتی نے ہاتھ نچا کر کہا۔

''ہاں! لا رہا ہے۔''

ہری نے بل نِکال کر شرما کو دیا، اور آرتی کی طرح ہاتھ نچا کر کُچھ اِشارے سے کہا۔

''جلدی کرو۔''

آرتی کو یہ دیکھ کر بُرا لگا کہ اِس شخص نے اُس کی نقل کی۔ اتنے میں اُس کے سامان کے ساتھ لائف بوائے رکھا دیکھ آرتی نے پھر اِشارہ کیا۔

''کپڑا دھونے والا صابن بتایا تھا...۔''

''کپڑے دھونے والا؟''

''پانچ سو ایک بتایا تھا...۔''

''پانچ سو ایک بار، ارے پانچ سو ایک بار لاؤ۔ جلدی کرو۔ ہاں! بھائی کِتنے پیسے ہُوئے؟''

وہ سائیکل کے ساتھ کھڑے ہری کی طرف مُڑا۔اچانک دُکاندار کو محسُوس ہُوا کہ اُس کے سامنے کھڑے دونوں گراہک گُونگے اور بہرے ہیں۔ اپنے آپ سے کہہ پڑا۔

''اوہ ہو، ایک تو تھی اُوپر سے ایک اور آ گیا۔ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں، بڑے میاں سُبحان اللہ۔''

شرما نے اِشارے سے ہری سے بِل مانگا۔ ہری نے پرچا اُٹھا کر دُکاندار کو دِکھایا، دُکاندار پھر مصروف ہوگیا۔ ہری کو جلدی تھی۔ اُس نے مُنہ میں اُنگلی ڈال کے سیٹی بجا کر دُکاندار کو بُلایا۔ شرما نے اِشارے سے منع کیا۔

''کان میں لگتی ہے۔ مت بجاؤ۔''

آرتی یہ دیکھ کر بہُت خُوش ہُوئی اور ہنسنے لگی۔ آرتی نے بھی ہری کی طرح سیٹی بجانے کی کوشش کی۔ یہ دیکھ کر شرما نے سمجھایا۔

''نہ بیٹی۔ لڑکیاں ایسا نہیں کیا کرتیں، یہ لو پیسے، یہ لو چار آنا۔''

4

آرتی سبزی کی دُکان کے پاس آئی۔ اِس سے پہلے کہ کُچھ کہتی دُکاندار نے پُوچھا...

''کا چاہی؟''

آرتی نے ایک طرف اِشارہ کیا۔

''آلو!''

''کِتنا؟''

آرتی نے ایک وزن کرنے والا بٹّہ اُٹھایا، اور دُکاندار کو

دِکھایا۔ دُکاندار نے سبزی تول کر دی۔ آرتی نے پیسے چُکائے۔

''چونّی اور.....۔''

پاس کھڑے دو لڑکے آرتی کو گھور رہے تھے۔ جب آرتی لڑکوں کے پاس سے گذری، ایک لڑکے نے مُنہ میں اُنگلی ڈال کے سیٹی بجائی۔ دو قدم چل کے آرتی نے بھی ویسے ہی سیٹی بجانے کی کوشش کی۔ لڑکے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''ابے گنگو، سیٹی بجا رہی ہے۔''

''لگتا ہے چالُو ہے۔'' گنگو نے رائے دی۔

''چل ٹھِکانہ دیکھ کر آتے ہیں یار۔''

''چل، ...''

دونوں آرتی کے پیچھے پیچھے چلنے گے۔ اُس کے قریب آ کر ایک نے آرتی سے کہا۔

''سُنو۔ جانا کہاں ہے؟ .... ارے جواب تو دو ڈارلنگ۔ تھک جاؤ گی میں اُٹھا لُوں تھیلا؟''

گنگو کے ساتھی نے آرتی کو پیچھے سے دھکّا مار دِیا۔ جِس سے اُس کا جھولا گر پڑا۔ لڑکوں کی ہنسی دیکھ کر آرتی وہاں سے بھاگی۔ سامنے سے آتے ہری کی سائیکل سے جا ٹکرائی، اور اِشارے سے ہری سے کہا۔

''وہ لڑکے مُجھے چھیڑ رہے ہیں، پیچھے سے دھکّا مار کر گئے۔''

''تُم گونگی بہری ہو؟'' اُس نے اِشارے سے پوچھا۔

آرتی نے سر ہلا کر ''ہاں'' میں جواب دیا۔

''تُم رہتی کہاں ہو؟ تُمھارا گھر کہاں ہے؟''

''یہ گلی چھوڑ کر، اگلی گلی میں میرا گھر ہے۔''

''میں تُمھیں گھر تک پہُنچا دیتا ہُوں۔''

ہری نے اپنی گِری ہُوئی سائیکل اُٹھائی، اور دونوں چل دیئے۔ ہری نے اُس کا جھولا اپنی سائیکل میں ٹانگ لیا۔

دونوں بدمعاش لڑکے یہ دیکھ کر آپس میں کہنے لگے۔

''حد ہے یار، گُونگی نِکلی۔''

''سیٹی کیسے بجائی تھی؟''

''چل چھوڑ یار، خواہ مخواہ جھانسہ دے گئی۔''

دونوں لوٹ گئے۔

5

ہری اور آرتی، آرتی کے گھر کے سامنے آ پہُنچے۔ ہری نے آرتی کا جھولا اُتارتے ہُوئے اِشارے میں کہا۔

''میں جاتا ہُوں۔''

''گھر چلیئے نا۔''

''نہیں۔''

''نہیں نہیں چلیئے۔'' اُس نے اِصرار کیا۔

اُسی وقت ماں گھر کی چوکھٹ پر آئی تو باہر ہری اور آرتی کو دیکھا۔ آرتی نے اِشارے سے بتایا۔

''یہ میری ماں ہیں۔''

ماں نے آرتی سے پُوچھا۔

''کون ہے یہ؟ کِس کو ساتھ لے آئی ...؟''

''جب میں آ رہی تھی ...

ماں نے بول کے آرتی کی بات دوہرائی۔

''راستے سے آرہی تھی تو کیا ہُوا؟''

''دو غُنڈوں نے آ کر مُجھے پیچھے سے دھکّا دیا۔''

''دو غُنڈے؟''

''ہاں! دھکّا مارا۔''

''دھکّا مارا، اور...''

''میں وہاں سے بھاگی اور اِن کی سائیکل سے جا ٹکرائی۔''

ماں نے ہری کی طرف دیکھا تو ہری نے اِشارے سے نمستے کیا۔ آرتی نے پھر دوہرایا۔

''ہری کی سائیکل سے جا ٹکرائی۔''

''ٹکرا گئی، تو چوٹ ووٹ تو نہیں آئی۔''

''نہیں چوٹ نہیں آئی، اِنھوں نے سبزیاں اُٹھا لیں جو گِر گئی تھیں۔''

''سبزیاں اُٹھا لیں؟''

''وہ دو غُنڈے...'' اِتنا بتا کر آرتی کو ہنسی آئی۔

''وہ دو غُنڈے، بول کیا ہُوا، ہنس کیوں رہی ہے؟''

''ہری کو دیکھ کر ڈر کے بھاگ گئے۔''

''اِن کو دیکھ کر بھاگ گئے، اچّھا آؤ بیٹا اندر آؤ۔''

آرتی نے اپنے ہاتھ کا جھولا ماں کو دیا اور اندر آ کر ہری کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

''آؤ بیٹا بیٹھو! بھگوان تمھارا بہُت بہُت بھلا کرے، تُمھیں بڑی عُمر دے۔ گُونگی ہے، بہری ہے۔ بیچاری کرے بھی کیا؟ چلّا بھی نہیں سکتی۔ کِسی کو بُلا بھی نہیں سکتی۔ ایک بھائی ہے اِس کا، وہ بھی نہ ہونے جیسا، ایسا نِکمّہ ہے کہ بس...''

باتیں کرتے ہُوئے ماں کو احساس ہُوا کہ جیسے ہری اُن کی باتیں نہیں سُن پایا۔ پھر ماں نے پُوچھا۔

''بیٹا! تمھارا نام کیا ہے؟''

ہری نے ماں کی طرف مُسکراتے ہُوئے دیکھا اور ماں نے گھبرائے ہوئے اِشارے میں پُوچھا۔

''تُم بول نہیں سکتے؟''

”میں، بول سُن نہیں سکتا، آپ کی بیٹی کی طرح!“

ماں کے مُنہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکلی۔

”ہے بھگوان! کیسے بے بس بنا دیئے تُو نے۔ بے زُبان بیچارے۔ بولنے سُننے والے کیوں نہیں پہچانتے ایک دُوسرے کو۔“

”کیا...؟“ ماں کے ہونٹ ہلتے دیکھ کر ہری نے پوچھا۔

اُسی وقت سامنے سے آرتی چائے لے کر آگئی۔ اور ماں آرتی کو بتانے لگی۔

”تجھے معلوم ہے؟ یہ تیری طرح بول سُن نہیں سکتا۔“

”کیا...؟“ آرتی حیرت سے ہری کو دیکھنے لگی۔

”ہُوں...!“

ہری نے کھڑے ہو کر آرتی کے ہاتھ سے چائے لے لی اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر چائے پینے لگا۔ دونوں ایک دوسرے کو ہمدردی سے دیکھنے لگے۔ آرتی کو یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ ہری گونگا بہرہ ہے۔

6

ہری سائیکل کے پاس کھڑا پیپر پڑھ رہا تھا، اور پاس ہی بیٹھے دُکاندار اور دُکان میں کام کرنے والے آپس میں ہری کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ دُکاندار نے اپنے اسسٹنٹ سے

پُوچھا۔

''کُندن کو کِتنا دِیا...؟''

''کُندن کو چالیس دِیا۔''

''اور ہری کو...؟''

''ہری کو سو دِیا۔''

''ارے! ہری گیا نہیں ابھی تک؟''

''ہیڈ لائن پڑھے بِنا تھوڑے جائے گا!''

''ہُوں ... ہیڈلائن تو ایسے پڑھتا ہے جیسے پسند نہیں آئی تو اخبار ہی نہیں بیچے گا۔''

ہری وہاں سے پیپر بیچنے نِکلا، اور دُکاندار پھر آپس میں بات کرنے لگے۔

''یہ ہری بیچارے کو دیکھ لو۔ اِس کو تکلیف یہ ہے کہ کوئی بھاشا نہیں بول سکتا، اور ہم کو تکلیف یہ ہے کہ اِتنی ساری بھاشائیں ہیں۔ ہم بولیں تو کون سی بولیں، ہم یہی نہیں جانتے۔''

7

ہری اپنی سائیکل پر آرتی کے گھر پہنچا۔ اُس نے سائیکل

اسٹینڈ پر لگائی۔ اور سائیکل سے کُچھ پیپر نِکالتے ہُوئے آرتی کے دروازے پر آیا۔ گھر کے پاس پیڑ کے نیچے بیٹھا کانُو جھلّاتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

''پولیس والے پریشان کرتے ہیں سالے۔''

اپنے گھر کی طرف ہری کو جاتے ہُوئے دیکھ کانُو نے آوازی دی۔

''ہے مِسٹر! ابے... ادئے، اندر کہاں گھُستا چلا جا رہا ہے؟''

ہری نے تالی بجا کر کِسی کو بُلانے کی کوشش کی۔ کانُو اُٹھ کر ہری کے پاس آگیا۔

''ابے سُنتا نہیں سالے، کِسے ڈھونڈ رہا ہے؟''

کانُو نے اُسے کندھے سے اپنی طرف موڑا۔اُسی وقت ماں دروازے پہ آئی۔

''کانُو کیا کر رہا ہے؟ چھوڑ اُسے! آؤ بیٹا اندر آؤ۔''

اور پھر مُڑ کے بولی۔

''تُجھے شرم نہیں آتی، گھر میں کوئی آتا ہے تو اِس طرح بات کرتے ہیں؟''

''ارے تو سُنتا کیوں نہیں؟ گھر میں گھُستا چلا جا رہا ہے۔''

''سُنے کیسے، بیچارہ بہرہ ہے۔''

''کیا...؟''

کانُو نے ہری کی طرف دیکھااور ہری نے سہم کر نمستے کی۔

''سُن بول نہیں سکتا۔ تیری بہن کی طرح!''

''تو یہاں کیا کرنے آیا ہے؟''

''آرتی سے ملنے آیا ہے۔''

''کیوں؟ گُونگوں کی یُونین بنا رہا ہے کیا....؟''

''ہائے ہائے...؟''

کانُو یہ کہہ کر ہنسنے لگا، اور کانُو کو دیکھ کر ہری بھی مُسکرا دِیا۔

پھر ماں بولی۔

''اور کریں بھی کیا یہ لوگ؟ سُننے بولنے والوں کو تو اپنی ہی باتوں سے فُرصت نہیں۔ اِن کی چُپ کون سمجھے، کون سُنے گا؟ چل بیٹا...!''

ماں ہری کو گھر کے اندر لے گئی، اور کانُو باہر چلا گیا۔ ہری کو لِفافے میں سے کُچھ نِکالتے دیکھ کر ماں نے پُوچھا۔

''یہ کیا ہے بیٹا...؟''

ہری نے اِشارے سے کہا۔

''چھوٹے، بچّوں کے لیے پڑھائی لِکھائی...!''

ماں کو ٹھیک سمجھ نہ آیا۔ پھر پُوچھا۔

''پڑھنا، لِکھنا کیا...؟''

''چھوٹے بچّوں کے پڑھنے لِکھنے والا اِسکُول...!''

''بچّوں کے لیے...؟''

''گونگوں، بہروں کا اِسکول۔''

''گونگوں، بہروں کا اِسکول ...؟''

''ہاں!''

ہری نے ماں کو پیپر دِکھاتے ہُوئے کہا۔

''آپ کی بیٹی آرتی...۔''

''آرتی...؟''

''آرتی کے لیے اِسکول۔''

''ہاں ... ہاں ... ہاں۔''

''میں بھی وہاں پڑھنے جاتا تھا۔''

''تُم بھی جاتے تھے، اِس میں؟ اچّھا اچّھا۔ پڑھنے کے لیے؟ مگر پیسے فیس کِتنی لگتی ہے...؟''

''نہیں، فیس نہیں لگتی۔''

''مُفت، مُفت...؟''

ہری نے جیب سے ایک اور پمفلِٹ نِکالا جس پر جواہر لال نہرو کی تصویر چھپی تھی۔ اُوپر اسکول کا نام بھی چھپا تھا۔ فوٹو پہ ہاتھ رکھ کر بتایا۔

''پنڈت جی فیس دیں گے۔''

''پنڈت جی پیسے دیں گے؟ لیکن یہ تو میری بیٹی کو جانتے نہیں۔''

''سرکاری ہے!''

''اچھا تمھارا مطلب ہے، سرکاری ہے۔ سرکار پیسے دے گی۔''

''ہُوں...!''

''بیٹے تمھارا نام کیا ہے؟''

''کیا...؟''

''نام، نام...''

''آ، ہ، ہ...''

ہری اپنی جیب سے قلم نِکال کے کاغذ پہ اپنا نام لِکھنے ہی جا رہا تھا کہ اُس کی نظر سامنے پڑی ہری مرچ پر پڑی، اور اُس نے مرچ کو اُٹھا کر ماں کے پاؤں پر رکھ دِیا۔ ماں نے کُچھ نہ سمجھ کر اپنا پاؤں ہٹا لیا۔

''یہ! کیا ہے؟''

''میرا نام ہے۔''

''ہری مرچ، ہری...''

''یہ میرا نام ہے۔''

اُس نے اپنا پُورا نام بتانے کی کوشِش کی۔

''میں سمجھی نہیں...!''

''رُکو...''

ہری نے کاغذ پر لِکھ کر اپنا نام ماں کو دِکھایا۔

''اوہ! ہری چرن ...''

''یہ میرا نام ہے۔''

دونوں ہنس پڑے۔ ماں نے پورا نام پڑھا۔

''ہری چرن ماتھر۔''

''آپ کی بیٹی کا کیا نام ہے؟''

''میری بیٹی کا نام؟ ہاں ہاں دِکھاتی ہُوں۔''

پھر ماں نے اِشارے سے اپنی بیٹی کا نام بتایا۔ اور ہری نے اُس کا نام کاغذ پہ لِکھ کر دِکھایا۔ ماں بولی۔

''ہاں... آرتی! بڑے ہوشیار ہو....۔''

اُسی وقت سامنے کے دروازے سے آرتی اپنے ہاتھوں میں ساڑیاں لیے ہُوئے گھر میں آئی، اور ہری کو نمستے کیا۔ ماں نے کہا۔

''آ گئی! ساڑھیاں لے آئی؟ اور پیسے بھی دے دیئے؟ دیکھ یہ کیا لایا ہے تیرے لیے۔''

آرتی گونگے بہرے والا کاغذ اُٹھا کر دیکھنے لگی، اور ماں نے کہا۔

''تُجھے اسکول میں بھرتی کرانے کے لیے، لے آیا ہے۔ دیکھ....!''

ہری نے آرتی کو اِشارے سے بتایا۔

''یہ گونگے بہروں کے لیے، پڑھنے والا اسکول ہے۔''

''یہ پڑھنے والا اسکول میرے لیے ہے؟''

''ہاں...!'' ہری نے سر ہلایا۔

''جائے گی اسکول، ہیں؛ اچھا جا، ہری کے لیے ایک اچھی سی چائے لے آ، پھر تجھے سمجھاؤں گی۔ جا...!''

آرتی اُٹھ کے چائے بنانے چلی گئی۔ ہری آرتی کو چائے بناتے ہُوئے دیکھ رہا تھا۔ آرتی اسٹوو جلا رہی تھی کہ اُس کا ہاتھ جل گیا۔ ہری چونک گیا۔

8

گونگے بہروں کی اسکول ٹیچر نے سامنے بیٹھی آرتی کی ماں کو سمجھاتے ہُوئے کہا۔

''آواز کے ساتھ تو نہیں بول سکتے یہ بچّے لیکن اُنگلیوں کے اِشارے سے اُسی طرح بات کر سکتے ہیں جیسے ہم لوگ ہونٹوں سے بات کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر وہ بچّے جو آرتی کی طرح کچھ لِکھنا پڑھنا پہلے سے جانتے ہوں۔''

''لیکن سمجھانے کے لیے ہمیں بھی وہی اُنگلیوں کی بھاشا سیکھنی پڑے گی۔''

''اِس کے لیے دو تین کورس ہوتے ہیں۔ پہلا وہ جو دو بے زبان آپس میں بولتے ہیں۔ دُوسرا وہ جو یہ لوگ بولنے سُننے والوں کے ساتھ بات چیت

کرتے ہیں۔ تیسرا ہے لِپس ریڈنگ یعنی کی آپ ذرا آہستہ بولیں گے تو آپ کے ہونٹوں سے یہ لوگ لفظ بنا لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں۔''

اُسی وقت ماں نے دروازے پہ کھڑے نریندر اور ہری کو اِشارے سے بات کرتے ہُوئے دیکھا۔ ٹیچر نے بتایا۔

''دیکھا آپ نے کِتنی آسانی سے بات کرتے ہیں یہ لوگ۔ وہ لڑکا نریندر، ہری کو بتا رہا ہے۔ اُس نے اپنے بیوی کو ہاتھوں کی زبان سِکھا دی ہے۔ اور اب وہ لوگوں کے سامنے بھی آپس میں پرائیوٹ باتیں کرتے رہتے ہیں۔''

ٹیچر اور ماں، ہری اور نریندر کو آپس میں بات کرتے ہُوئے دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں آپس میں بات کرتے ہُوئے ہنسنے لگے۔ ماں نے پُوچھا۔

''کیا ہُوا...؟''

''کُچھ نہیں، وہ نریندر کہہ رہا ہے کہ گاڑی میں، بس میں، لوگوں کو حیران کرنے کے لیے وہ اِسی طرح باتیں شروع کر دیتا ہے۔''

''آرتی بھی سیکھ جائے گی اِس طرح؟''

''جی ہاں! کیوں نہیں، اِسے کل سے اسکول بھیج دیجئے۔''

''جی اچھا۔ میں خُود چھوڑنے آیا کروں گی اور لے جایا کروں گی۔ اکیلے تو اُسے بہُت تکلیف پڑے گی۔''

''ایک بات اور کہُوں آپ سے۔ اِن بچّوں کو زیادہ سہارا بھی نہیں دینا چاہیئے۔ اِن پر ترس کبھی نہ کھائیں۔ اِنھیں بالکل یہ محسوس نہ ہونے دیجئے کہ اُن

میں کُچھ کمی ہے، اِس لیے دوسروں سے الگ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ بلکہ جتنا عام لوگوں میں گھُلیں گے،ملیں گے اُتنا ہی اچھا ہے۔ اِن کو تو نارمل بچّوں سے زیادہ آزادی دینی چاہیئے۔"

"لیکن یہاں اسکول آئے گی تو کیسے بتائے گی بس والے کو کہاں جانا ہے۔"

"دُرگا جی، یقین مانیئے یہ تکلیف جتنا ہم سمجھتے ہیں اُتنی اِن بچّوں کو محسوس نہیں ہوتی۔ آپ ایک بار اِسے کوشش کرنے دیجئے پھر دیکھئے آپ کی مُشکلیں بھی کیسے حل کرنے لگے گی۔"

باتیں سُنتے ہُوئے ماں نے آرتی کی طرف دیکھا جو بیٹھی 'گلوب' کو گھُما رہی تھی، اور پھر ٹیچر نے کہا۔

"ویسے تو ایک آسان طریقہ ہے۔ جو اکثر ہم لوگ اِستعمال کرتے ہیں۔ وہ ہے یہ کارڈ۔ کُچھ ایسے کام جو روز مرہ کے ہوں۔ اُس کے کارڈز بنا دیئے جاتے ہیں۔لیکن ہم نے دیکھا ہے شروع شروع میں بچّے یہ طریقہ اِستعمال کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں اُوب کر اپنے آپ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم تو شروع ہی اِس آشیرواد سے کرتے ہیں۔ بچّوں تُم بڑے خوش نصیب ہو جو بُرا سُننے سے بچ گئے، بُرا بولنے سے مکتی مِل گئی۔"

ماں نے چُپ چاپ آرتی کی طرف دیکھا۔

9

آرتی اپنے کمرے میں دوڑ کر گئی، بُک لی۔ پھر ماں کے پاس آئی جو کچن میں آٹا گُوندھ رہی تھی۔ اُنھیں کام کرتے دیکھ کر کِتاب پھینک دِی۔ ماں نے پُوچھا۔

''کیوں ری، اِسکول کے لیے تیّار ہو گئی۔''

''میں اسکول نہیں جاؤں گی۔''

''کیوں، کیا ہُوا...؟''

''آپ کھانا بنا رہی ہیں، اور میں اسکول جاؤں۔ میں نہیں جاؤں گی۔''

''تُو چِنتا مت کر پگلی، میں سب نِپٹا لُوں گی۔ یہ کام ہی کِتنا ہے۔ تُو جا۔اسکول کا ٹائم ہو گیا، تیری زندگی بن جائے میرے سر سے بوجھ اُتر جائے گا۔ تُو جا...!''

ماں نے آرتی کو کِتاب دی۔ آرتی اپنی ماں کے گلے سے لِپٹ گئی۔ اور خاموشی سے اسکول کے لیے چل دی۔ ماں اُسے جاتے ہُوئے دیکھتی رہی۔ اور ایک لمبی سانس لے کر پھر کام کرنے لگی۔

10

آرتی اپنی کلاس میں ٹیچر کے سامنے کھڑی تھی اور ٹیچر نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اِشارے سے کہا۔

''پھ۔ پھ۔ پھ۔''

''پھ۔ پھ۔ پھ۔'' آرتی نے دوہرایا۔

ٹیچر نے سامنے کھڑے لڑکے کو بلیک بورڈ پر 'پھ' لکھنے کو کہا۔

''گڈ و 'پھ' لکھو، اب ناک پکڑو اور بولو 'ما'۔''

آرتی نے ناک پکڑ کر کہا۔

''ما''

ٹیچر نے پھر بلیک بورڈ پر 'ما' لکھنے کو کہا۔

'''ما' لکھو 'ب' ہے۔ ب میں ناک نہیں پکڑتے۔'' اِشارے سے آرتی کو کہا۔

''ب ...'' آرتی نے ناک چھوڑ کر بولی۔

''یہ 'پ' ہے۔''

''پ۔''

''یہ 'ما' ...''

11

اسکول کے باہر ہری سائیکل پر بیٹھا آرتی کا اِنتظار کر رہا تھا۔ آرتی نِکلی تو اُس نے بھی ہری کو دیکھا اور اُس کے پاس گئی۔ ہری نے اِشارہ کیا۔

''نمستے!''

''نمستے!'' آرتی نے بھی جواب دیا۔

''اسکول کیسا لگا؟''

''اچھا لگا۔''

''وہ چشمہ والی عورت کون ہے؟''

''وہ چشمہ والی، وہ میری ٹیچر ہے۔''

دونوں سڑک کی طرف چل دیئے۔ کچھ دُور آنے کے بعد آرتی نے ہری کو اُس کی سائیکل میں لگا 'ہارن' نُما بھونپو دِکھاتے ہُوئے پُوچھا۔

''یہ کیا ہے؟''

''یہ بجانے سے کان میں سُنائی دیتا ہے۔''

''میں سمجھی نہیں!''

''یہ بجانے سے جو آواز آتی ہے اُسے سُن کر آدمی سامنے سے ہٹ جاتے ہیں۔''

''میں سمجھی نہیں!''

''کیا ہے کہ... ایک مِنٹ۔''

ہری نے سائیکل میں سے بھونپو نِکال لیا، سامنے بیٹھا ایک آدمی چائے پی رہا تھا۔ اُس کے کان کے پاس جا کر بھونپو بجادیا۔ آدمی اُچھلا اور دیکھ کر ڈانٹا۔

''اے کیا مذاق ہے...؟''

ہری مُڑ کر آرتی کے پاس گیا۔

''دیکھا؟ اچّھا لگا نا۔''

پھر سے ہری نے اُس کے کان کے پاس جاکر تالی بجائی۔ وہ آدمی پھر سے چونک گیا۔ ہری نے آرتی کو پھر اِشارہ میں کہا۔

''ابھی دیکھنا۔ سیٹی بجا کر آتا ہوں۔''

ہری آدمی کے پاس گیا اور کان کے پاس زور سے سیٹی بجائی۔

اِس بار سیٹی سُن کے آدمی کی چائے گر پڑی۔

''ہٹ، پاگل، پیچھے ہی پڑ گیا۔''

ہری اور آرتی ہنسنے لگے اور وہاں سے چل پڑے۔

12

ماں رسوئی میں آٹا گوندھ رہی تھی۔ آرتی کی آواز سُن کر،اُس کے پاس آئی، اور اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا.... اور آرتی نے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ کے آواز نِکالی۔

''ما، پھ، پ۔''

''ہُوں سُن سکتی ہُوں بیٹی، تین چار سال کی تھی جب آخری بار تیرے مُنہ سے ماں سُنا تھا، مُوئے بُخار نے تیری زبان اور کان کیا چھین لیے، میری دُنیا ہی سُونی کر دی۔''

یہ کہہ کر ماں پھر رسوئی کی طرف جانے لگی تو آرتی نے ناک کو پکڑ کر 'ما' کی آواز نِکالی۔ اور ماں مُڑی تو پُوچھا۔

''تُم نے سُنا؟''

''ہاں سُن سکتی ہُوں...''

''پھ ...'' آرتی جو پڑھ کر آئی تھی، وہی سب ماں کو سُنانے لگی۔ اور خوش تھی کہ جو خود اُسے نہیں سُنائی دے رہا تھا، اُس کی ماں سُن رہی تھی۔

13

کلاس میں ٹیچر گُونگے بہرے بچّوں کو پڑھا رہے تھے اُنگلیوں کے اِشارے سے۔

''A,B,I,O,U اب تک آپ لوگ پڑھ سکتے تھے، لِکھ سکتے تھے، اب اِشاروں میں بول سکتے ہو۔ اب میں کُچھ لِکھوں گا، آپ لوگ بتاؤ گے۔''

بلیک بورڈ پر ایک ہاتھ کا خاکہ بنا تھا، اور ہر اُنگلی پر ایک حرف لِکھا تھا۔ اے، اِی، آئی، اَو، اور انگریزی کے باقی تمام حروف ٹیچر پڑھا رہا تھا۔

''مائیکل یہ کیا ہے؟''

مائیکل نے اِشارے سے... 'ایم' بتایا۔

''رائیٹ، سِٹ ڈاؤن، رضیہ اب تُم بتاؤ کیا ہے یہ...؟''

رضیہ نے اِشارے سے اُنگلیوں کی بھاشا میں 'ڈی' بنائی۔

''رائیٹ، اب تُم لوگ ایک ایک نام مُجھے بتاؤ گے، میں بورڈ پر لِکھوں گا۔ اچّھا آرتی ایک نام بتاؤ؟''

آرتی نے اِشارے سے اپنا نام بتایا...

''تمھارا نہیں، کِسی دوسرے کا...!''

آرتی نے اِشارے سے ... ہری کا نام بتایا۔

''گڈ ہری، ہاں... ہاں...۔''

14

ہری اور آرتی دونوں سمندر کے کِنارے ٹہلتے ہُوئے کِسی بات پر ہنس رہے تھے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ پھر کُچھ رُک کر ہری نے آرتی کی طرف دیکھا، پھر کُچھ جھجکتے ہُوئے اپنی جیب سے ایک کارڈ نِکالا، اور آرتی کو دِیا۔ جِس میں لِکھا تھا۔ 'میں روز تُمھیں اسکول لینے آتا ہُوں۔ تُمھیں بُرا تو نہیں لگتا۔' آرتی نے اِشارہ کیا۔

''نہیں...''

''تُمھاری ماں ناراض تو نہیں ہوگی؟''

''نہیں نہیں...''

دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ آرتی نے اپنی کاپی کھول کر ہری کا دِیا ہُوا کارڈ رکھا۔ وہاں پہلے سے ایک اور کارڈ رکھا ہُوا تھا۔ شرماتے ہُوئے کارڈ نِکالا۔ ہری نے کارڈ کو دیکھا، اور پُوچھا...

''یہ میرے لیے ہے؟''

''ہاں... ہاں!''

ہری نے کارڈ پڑھا۔ جِس میں لِکھا تھا۔ 'تُم مُجھے روز اسکول سے لینے آتے ہو، مُجھے اچّھا لگتا ہے۔'

آرتی شرما کے بھاگنے لگی۔ اُس کے ہاتھ سے کاپی ریت پر گر گئی۔ ہری نے اُسے کِتاب اُٹھا کر دی۔ اچانک آرتی کو کُچھ دُور ایک اندھا شخص بیٹھا نظر آیا جِسے اُس نے ایک بار سڑک پار کرائی تھی۔ اُس نے ہری سے کہا۔

''اِن کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں، مِلو گے...؟''

''ہاں...!''

آرتی اور ہری، نابینا کے پاس جا بیٹھے اور آرتی نے بیٹھتے ہُوئے اُن کا ہاتھ پکڑا جیسے وہ کُچھ کہنا چاہتی ہو۔ اُن کا نام

نارائن تھا۔ وہ پہچان کر بولے۔

''بیٹی! تُمھیں نے تو راستہ پار کروایا تھا مُجھے۔ میں تمھارا نام پُوچھنا ہی رہ گیا۔''

اور پھر آرتی نے ہری سے اپنی گونگی بولی میں کُچھ کہا۔

''میں نے تُم کو بتایا تھا نا!''

نابینا حیران رہ گیا۔

''یہ کیا؟ تُم گونگی ہو، اور کون ہے تمھارے ساتھ؟''

ہری نے بھی اُس کے ہاتھ کو چھوا.... نارائن بولا۔

''اچّھا، اچّھا نمستے، نمستے!''

ہری نے نارائن کا ہاتھ پکڑ کر مُنہ اور کان کے طرف لے جا کر بتایا۔

''ہم بول اور سُن نہیں سکتے۔''

وہی مُشکل تھی۔ نہ یہ لوگ بول سکتے تھے اور نہ نارائن اِنھیں دیکھ سکتا تھا۔

''ہے بھگوان! یہ کیسے دو ہمزبان مِلا دِیئے تُو نے،... اب میں تُم سے کیسے بات کروں، تُم دونوں نہ تو بول سکتے ہو، نہ ہی سُن سکتے ہو، اور میں تُمھارے اِشارے دیکھ نہیں سکتا۔''

آرتی نے نارائن کے ہونٹ ہلتے دیکھ کر ہری سے پوچھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں؟''

"کُچھ کہہ رہے ہیں ...؟"

"ٹھیک ہے بیٹا۔ جب بِنا آنکھوں کے، بِنا بولی کے اِتنی پہچان کرا دی ہے بھگوان نے، تو آگے بھی نبھا ہی دے گا۔ جب دِل پہچانتے ہوں تو اُنھیں بولنے، سُننے کی ضرورت نہیں پڑتی، پیار اندھا ہوتا ہے۔ یہ تو سُنا تھا۔ لیکن گُونگا بہرہ ہوتا، تب بھی پیار ہی ہوتا ہے!"

یہ کہہ کر نارائن ہنسنے لگا، اور آرتی نے ہری کو ڈوبتے سُورج کو دِکھایا، اور کہنے لگی۔

"دیکھو سُورج ڈھل رہا ہے۔"

"ہُوں...!"

"اِنھیں نہیں معلُوم پڑا۔"

"کیسے معلُوم پڑے گا، یہ تو اندھے ہیں۔" اُسی وقت نارائن بولے۔

"بیٹے! سُورج ڈوب رہا ہے ناں، میں روشنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا، لیکن سُونگھ سکتا ہُوں۔"

ہری اور آرتی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

15

ہری اپنے گھر پر بیٹھا وہ کاغذ بار بار دیکھ رہا تھا جو آرتی نے دِیا تھا۔ اُس نے وہ کاغذ میز پر رکھی تصویر میں لگا دِیا۔

15.A

آرتی اپنے گھر پر بیٹھی کھانے کی تھالی کے نیچے رکھے کاغذ کو بار بار نِکال کر دیکھ رہی تھی جو ہری نے دِیا تھا۔ اُسی وقت ماں آئی، اور اُس نے وہ کاغذ چُھپا دِیا۔ ماں نے پوچھا۔

''کیوں! کیا ہُوا؟ کھا کیوں نہیں رہی، سوچ کیا رہی ہے؟

آرتی نے کاغذ چھپانے کی کوشش کی، پر ماں نے دیکھ لیا۔

''وہ کیا ہے؟ لا دِکھا... لا ناں، کیا ہے؟''

ماں نے وہ کاغذ لے لیا، اور پڑھا۔

''میں روز تُمھیں اسکول سے لینے آتا ہُوں۔ تُمھیں بُرا تو نہیں لگتا؟...
کون ہے؟''

''وہ.... ہری...''

16

آرتی اسکول سے باہر نِکلی، اور ہری کو اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ مُڑ کر دیکھاتو اُس کے پیچھے ہری کھڑا تھا۔ دونوں وہاں

سے چل پڑے۔ چلتے چلتے وہ ایک پارک میں پہنچ گئے۔ ہری سامنے بیٹھے ایک آدمی اور عورت کو دیکھنے لگا۔

''کیا ہے؟ وہاں کیا دیکھ رہے ہو؟''

''کچھ نہیں!''

''میں بات نہیں کرتی۔''

''سوری۔''

پاس ہی ایک ٹیلی فون بُوتھ پر ایک آدمی بات کر رہا تھا۔ آرتی کھڑی ہو کر اُسے دیکھنے لگی۔ وہ چلاّ رہا تھا۔

''اچّھا کل اگر شام کو پیسہ نہیں پہنچا تو میں تمھارے گھر پہ آؤں گا!''

آدمی کو ٹیلی فون پر چلاّتے دیکھ کر، آرتی نے ہری کو اِشارہ کیا ٹیلی فون بوتھ کی طرف۔

''کیا ہُوا؟''

''یہ آدمی فون پر کیوں چلاّ رہا تھا...؟''

آدمی چلا گیا تو ہری، آرتی کو بُوتھ کی طرف لے گیا۔

''یہاں آؤ دِکھاتا ہُوں۔ یہ کیا چیز ہے''

ہری فون مِلانے لگا جو بغیر پیسے ڈالے کِسی سیٹھ کے یہاں لگ گیا۔

''ہیلو، ہیلو ...''

ہری نے کُچھ کہنے کی کوشش کی۔

''مُجھے بھی دو ...'' آرتی نے سُننے کی کوشش کی۔

''کُچھ سُنائی نہیں دے رہا؟''

''ایک مِنٹ ...'' اُدھر سے کوئی کہہ رہا تھا۔

''کون ہے۔ بولو تو سہی۔''

ہری نے فون رکھ دیا۔ پھر کہا۔

''لو تُم نمبر مِلاؤ۔''

آرتی نے دوسرا نمبر ڈائل کیا اور ریسور ہری کی طرف کیا۔

''لو تُم ہی بات کرو۔''

ہری نے ریسور کان سے لگایا۔

''کُچھ سُنائی نہیں دے رہا ہے۔''

''ارے میں، مکھیجانی بات کرتا ہُوں تُمہیں سُنائی نہیں دیتا، ارے زور سے بول نئ! ارے ڈفر کہیں کا۔'' دوسرے سیٹھ نے جواب نہ ملنے پر بڑبڑایا۔

ہری نے ریسور رکھ کر پھر اُٹھایااور تیسری بار نمبر مِلایا۔ جو غلطی سے فلمی ہیرو دِلیپ کُمار کے یہاں لگ گیا۔ دلیپ کمار نے پوچھا۔

''ہیلو، کون ہے بھائی ...؟''

''مُجھے بھی دو؟'' آرتی نے اِشارہ کیا۔

''ایک مِنٹ!'' ہری نے رکنے کو کہا۔

جواب نہ ملنے پر دلیپ کمار نے کہا۔

''ذرا زور سے بولیئے، کُچھ سُنائی نہیں دے رہا۔''

ہری نے کُچھ بولنے کی کوشش کی۔ تبھی آرتی نے ہری سے ٹیلی فون کھینچ کر کان میں لگالیا۔

''آئیں! ہیلو، صاحب ذرا زور سے بولیئے کُچھ سُنائی نہیں دے رہا۔''

ہری نے آرتی کو اِشارہ کیا۔

''آؤ آؤ...''

''آپ تو مُجھ سے بھی مدّھم میں بولتے ہیں صاحب۔ کُچھ سُنائی نہیں دے رہا۔'' دلیپ کمار نے بھی فون رکھ دیا۔

17

پارک میں دونوں جھرنے کے نیچے بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ نیچے گرے پھول کو اُٹھانے کی کوشش میں دونوں کے سر آپس میں ٹکرا گیئے۔ آرتی نے ہری سے پھول مانگ لیا۔

''بیٹھو... اپنا ہاتھ دو۔''

آرتی نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا تو ہری نے بایاں ہاتھ

دینے کا اِشارہ کیا۔ آرتی نے اپنا بایاں ہاتھ آگے کیا تو ہری نے جیب سے نکال کر اُنگلی میں انگوٹھی پہنانے کی کوشش کی۔ آرتی نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

''نہیں...''

''کیوں...؟''

''نہیں...''

''میں تُم سے شادی کرنا چاہتا ہُوں۔''

''میری ماں شادی کے لیے راضی نہیں ہوگی کیونکہ ہم دونوں بول سُن نہیں سکتے۔''

''تُم مُجھ سے پیار کرتی ہو نا...؟''

''پیار تو کرتی ہُوں، مگر میری ماں راضی نہیں ہوگی۔''

دونوں سائیکل اِسٹینڈ کی طرف چل پڑے۔ ہری بِنا 'ٹوکن' واپس کیے اپنی سائیکل لے کر چل پڑا۔ سائیکل اِسٹینڈ والے نے ہری کو آواز لگائی۔

''ہے مِسٹر! ہے سائیکل والے۔''

ہری کے نہ سُننے پر سائیکل والا دوڑ کر آیا اور اُسے زور سے دھکا مارا۔ ہری زمین پر گِر پڑا۔ اور پلٹ کر اِشارے میں پوچھا۔

''مُجھے دھکا کیوں مارا؟''

''اتنی دیر سے آواز دے رہا ہُوں، سُنائی نہیں دیتا۔ بہرہ ہے کیا، یہ کیوں لے کے جا رہا تھا۔'' ٹوکن دِکھاتے ہُوئے کہا اُس نے۔

''یاد نہیں رہا۔ بھول گیا تھا۔'' ہری نے کہا۔ آرتی نے بھی جھڑک دیا۔ اپنے گُونگے انداز میں۔

''ہاں ہاں ... دونوں گُونگے بہرے مِل گئے سالے۔''

پاس کھڑے دو آدمی آرتی اور ہری کو بہرہ پا کے اُن پہ ہنسنے لگے۔ یہ دیکھ کر ہری کو غُصہ آ گیا۔

''کیا ہے؟ اِس طرح ہنس کیوں رہے ہو؟ اِس لیے کیوں کہ میں گُونگا، بہرہ ہُوں۔ تُم دونوں کو بھگوان نے کان اور زبان دی ہے اور مُجھے نہیں۔ اِس لیے ہنس رہے ہو؟''

وہ دونوں آدمی کھسیانے سے ہو کر چلے گئے۔ ہری کُچھ کھوجنے لگا ..... آرتی نے پُوچھا۔

''کیا ہُوا؟''

''انگوٹھی کھو گئی۔''

آرتی کی نظر نیچے پڑی انگوٹھی پر گئی۔ اُس نے انگوٹھی ہری کو دی۔ اور اِشارے سے پہنا دینے کو کہا۔

18

شادی کا منڈپ، اُس میں بیٹھے آرتی اور ہری کی شادی ہو رہی تھی۔ سامنے بیٹھے کانُو کے دوست نے نارائن کی طرف اِشارہ کرتے ہُوئے پُوچھا۔

"ابے کانُو! یہ دیوداس کون ہے؟"

"دیوداس...؟"

"وہ ...اندھوں کو کیا کہتے ہیں...؟"

"سُورداس! یہ دوست ہیں دُولہا میاں کے، پوُلس میں کام کرتا تھا۔ کسی ایکسیڈنیٹ میں آنکھیں چلی گئیں۔"

"اب کیا کرتا ہے؟"

"اب بھی وہیں پوُلس میں ہے۔ وہ اپاہجوں کے سیکشن میں کام کرتا ہے۔"

منڈپ میں شادی چل رہی تھی۔ آرتی کی ماں کے پاس بیٹھی بوڑھی عورت نے پُوچھا۔

"دُرگا بہن یہ جو پاس میں بیٹھی ہے وہ کون ہے؟"

"ماسٹرائن ہے آرتی کی۔"

"اچھا...!"

"اِس کو بہُت پیار کرتی ہے۔ یہ سونے کے جھمکے اور ہار جو پہنے ہیں۔ آرتی کو اِنھوں نے دیئے ہیں۔"

ماں کی بات سُنتے ہی کانُو کی نظر آرتی کے گہنوں پہ پڑی، اور کانُو اُس کے ہار اور جھمکے کو للچا کر دیکھنے لگا۔

19

سُہاگ رات تھی۔ آرتی اور ہری اپنے بستر پر بیٹھے،ایک دُوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہری نے اپنی جیب سے آرتی کو کاغذ نِکال کر دِیا۔ اُس میں لِکھا تھا 'میں تُم سے پیار کرتا ہُوں۔' آرتی نے بھی شرماتے ہُوئے ہری کو ایک کاغذ دِیا۔ جِس میں لِکھا تھا۔ 'پہلی بار، جو میں نے اِنکار کیا تھا، اُس کے لیے مُجھے معاف کر دینا۔ میں خوش قسمت ہُوں مُجھے آپ جیسا پتی مِلا۔' پھر ہری نے دُوسرا کاغذ آرتی کو دِیا جسے پڑھ کر آرتی نے کہا۔

''نہیں...''

''کیوں...؟''

''میری ماں کہتی ہے کہ تُم بچّہ پیدا مت کرنا۔''

''کیوں...؟''

''کیونکہ ہمارا جو بچّہ ہوگا وہ گُونگا،بہرہ ہوگا۔''

''ہٹ۔'' ہری نے ڈانٹا۔

''ہاں ہاں...''

''تمھاری ماں غلط کہتی ہے، ہمارا جو بچہ ہوگا، وہ بول سُن سکے گا۔''

آرتی مُسکرادی۔ ہری آرتی کے قریب گیا اور کہنے لگا۔

''میں سُن سکتا ہُوں۔''

''کیا؟''

''میں دِل کی دھڑکن سُن سکتا ہُوں۔''

آرتی شرما کر بولی۔

''میں بھی سُن سکتی ہُوں۔''

20

کالُو، پارو کے گھر پہ پلنگ پہ لیٹا شراب پی رہا تھا۔ اُسی پلنگ پر پارو بھی لیٹی شراب پی رہی تھی۔ پارو نے کہا۔

''دیکھ بے کالُو کے بچّے، کُچھ دوا لاکردے اگر کُچھ گڑ بڑ ہو گئی، تو دونوں مارے جائیں گے، یہ لفڑا نہ تُو پال سکتا ہے اور نہ ہی میں پال سکتی ہُوں۔''

''کہا نا لا دُوں گا، دو چار دِن اور صبر کر۔''

''اور کِتنے دِن صبر کروں۔ اگر کُچھ ہوگیا تو چھوڑ آؤں گی تیری ماں کے پاس۔''

''ہاں ہاں! گھبراؤ نہیں پارو جان، سب ٹھیک ہو جائے گا، یہ اپنی دو چار

پنچریں پٹ گئیں نا، اُس کی وجہ سے گڑ بڑ ہو گئی، اگلے ہفتہ آسمان آ رہی ہے، اگر ہٹ ہو گئی نا، تو وارے نیارے کر دُوں گا۔"

"اور وہ میرا ہار ...؟"

"وہ بھی لا دُوں گا۔"

"دس مہینے ہو گئے کہتے ہُوئے، بہن کی شادی پہ کہا تھا۔"

21

کانُو گھر کے باہر سو رہا تھا۔ جب ہری اپنی سائیکل پر آیا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ سائیکل کھڑی کرنے کی آواز سے کانُو کی نیند کھُل گئی۔ کانُو اُس طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی نظر سائیکل پر پڑی۔ کانُو سائیکل کے پاس جا کر چھو کر غور سے دیکھنے لگا۔ اندر سے ہری ماں کا ہاتھ پکڑ کر اُنھیں باہر لایا۔

"ارے کانُو، سُنا تُو نے، آرتی کو بیٹا ہُوا ہے۔"

"اچھا! مُبارک... مُبارک ہو۔"

"اب تو تُو ماما ہو گیا ہے۔ ایک کام کر یہ لے پیسے اور لڈّو لے کے آ۔ میں چلی اِن کے ساتھ۔"

"بس دو روپے کے...!"

"بس اِتنے ہی ہیں میرے پاس۔ اب جا اِس کے بدلے.."

''چلیں؟'' ہری نے ماں سے پُوچھا۔

''ہاں ہاں چلتی ہُوں، تُو آگے جا میں بس پہ آ جاؤں گی۔''

ہری نے ضدّ کی۔

''نہیں نہیں، تُم میری سائیکل پر بیٹھ جاؤ۔''

''نہیں، نہیں میں اُس پر نہیں بیٹھ سکتی۔ نہیں بابا یہ.... ارے کیا کر رہا ہے تُو؟ خُود بھی گرے گا، مُجھے بھی گرائے گا۔''

ہری نے ضِدّ کر کے ماں کو سائیکل پر بٹھا لیا۔

22

ہری ماں کو سائیکل پر بٹھا کر اسپتال میں لایا۔ وہ دونوں آرتی کے وارڈ میں پہُنچے۔ آرتی کی بغل میں بچّہ سو رہا تھا۔ ماں نے پوچھا۔

''ارے آرتی! کیسی ہو بیٹی؟ ٹھیک ٹھاک تو ہو؟ بھگوان کی بہُت بہُت دَیا ہے۔ ارے یہ ہیں، ہمارے پوتا جی! کِتنا سُندر ہے میرا نواسا۔ بہُت ہی پیارا ہے۔ اِس کے کان بھی تمھارے جیسے ہیں۔''

''یہ سُن سکتا ہے؟'' ہری نے پوچھا۔

''ہاں ... ہاں ...۔'' آرتی نے سر ہلا کر جواب دیا۔

''ہنسنے لگا ابھی سے۔'' ماں بولتے بولتے ہری کی طرف مُڑی تو اُسے پریشان دیکھ کر پوچھا۔

''کیا ہُوا...؟''

''یہ بول،سُن سکتا ہے؟''

''ہائے رام! میں تو بتانا ہی بھُول گئی، سُن سکتا ہے۔ بول سکتا ہے، آواز کررہا ہے...۔''

23

ایک کھِلونے کی دُکان سے ہری نے اپنے بچّے کے لیے کھِلونے خریدے۔

آرتی بچّے کے ساتھ گھر پر کھیل رہی تھی۔ اُسی وقت ہری بچّے کے لیے کھِلونے لے کر آیا اورآرتی سے کہا۔

''رسوئی گھر میں کُچھ جل رہا ہے جاؤ دیکھو۔''

آرتی بچّہ ہری کو دے کر رسوئی میں گئی، اور ہری نے اپنے بچّے کے کان کے پاس جھُنجھنا بجایا،لیکن بچّے نے نہ جھُنجھنا سُنا، اور نہ ہری کی طرف دیکھا، جیسے اُسے سُنائی نہیں دِیا ہو۔ ہری رسوئی کی طرف لپکا۔

''میرے ساتھ چلو...!''

''کیا ہے؟''

''سُن نہیں رہا ہے۔ ارے وہاں چلو۔''

دونوں پلنگ کے پاس گئے جہاں بچہ رو رہا تھا۔ دونوں نے جھنجھنا بجایا، مگر بچّے نے اُن کی طرف نہیں دیکھا۔

''میں آتا ہُوں۔''

''کہاں سے...؟''

''ڈاکٹر کو لے کر آتا ہُوں۔''

24

ہری نے اسپتال میں جاکر ڈاکٹر سے کہا۔

''میرے ساتھ چلو۔''

''کیا بات ہے؟ کیا ہُوا؟''

''ارے میرے ساتھ چلو نا۔''

''بات کیا ہے...؟''

''میرا چھوٹا بیٹا سُن نہیں پا رہا۔''

ڈاکٹر نے اِشارے سمجھنے کی کوشش کی۔

''بچہ بیمار ہے؟ بُخار ہُوا ہے؟ کان میں خرابی ہے؟ چلو...!''

25

ہری اور ڈاکٹر دونوں گھر پر پہنچے۔ اور پھر ڈاکٹر نے کہا۔

''کہاں ہے بچّہ، ذرا یہاں لاؤ۔''

ہری نے آرتی کو کہا۔

''اِسے یہاں لِٹا دو۔''

آرتی نے بچّے کو لا کر ڈاکٹر صاحب کے سامنے لِٹا دیا۔

ہری نے ڈاکٹر کو بتایا۔

''یہ سُن نہیں سکتا۔''

''یہ سُن نہیں سکتا؟'' ڈاکٹر نے دوہرایا پھر بچّے کے کان کے پاس چٹکی بجائی، بچہ ہنسنے لگا۔

''یہ تو سُن سکتا ہے!''

''نہیں نہیں! نہیں سُن سکتا۔'' آرتی نے زور سے گردن ہلا کر کہا۔ ہری نے اُسے اِشارہ کیا۔

''جھنجھنا کہاں ہے؟''

ہری نے ڈاکٹر کو، بچّے کے کان کے پاس جھنجھنا بجا کر

دِکھایا۔

''یہ دیکھو...''

ڈاکٹر نے ہری کے ہاتھ سے جھنجھنا لے کر اُسے کھول کے بتایا۔

''لاؤ ہمیں دو۔ دیکھو، اِس میں کُچھ نہیں ہے۔ جھنجھنے کے اندر دانے نہیں تھے جس سے وہ بجتا ہے۔''

ہری نے ڈاکٹر کے ہاتھ سے جھنجھنا لے کر اُس میں کُچھ سُپاری کے دانے ڈالے اور بچّے کے کان کے پاس بجایا۔ بچّے نے فوراً مُڑ کے دیکھا۔ آرتی نے کہا۔

''ہیں؟ ... سُن سکتا ہے!''

''یہ سُن سکتا ہے!'' ہری نے بھی دوہرایا۔ ہری کی تو باچھیں کِھل گئیں۔ آرتی نے اُسے اِشارہ میں کہا۔

''ڈاکٹر صاحب کو بٹوے میں سے پیسے نِکال کر دو۔''

''پیسے نہیں چاہیں بیٹی۔''

''یہ پیسے رکھ لیجئے۔'' ہری نے کہا۔

''تُم سے فیس نہیں چاہیئے ہری، نہیں۔''

''آپ چائے پیئیں گے...؟''

''چائے پھر کبھی۔''

ڈاکٹر وہاں سے چلے گئے۔ اور آرتی نے ہری سے کہا۔

''اِسے بُلائیں۔''

''کیسے...؟''

''سیٹی بجا کر!''

''ہاں ایک مِنٹ۔''

''نہیں پہلے میں...''

آرتی نے بچّے کے کان کے پاس، مُنہ میں اُنگلی ڈال کر سیٹی بجائی۔ بچہ چونک گیا۔

''اب تُم...''

بچّہ ہر سیٹی پر چونک جاتا تھا۔ دونوں باری باری سیٹی بجانے لگے، اور اُن کی سیٹیوں کی گُونج سُن کر دروازے کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ اُنھیں دیکھ کر ہری نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔

26

آرتی کی ماں گھر میں بیٹھی بکسے میں اپنا سامان رکھ رہی تھی کہ سامنے سے اُن کی ایک سہیلی آئی اور پُوچھا۔

''دُرگا...''

''آؤ بہن...''

''سُنا ہے تُم یہاں سے جا رہی ہو...؟''

''ہاں گاؤں واپس جا رہی ہُوں، اب وہیں رہُوں گی۔''

''کیوں...؟''

''اب یہاں رہ کے کیا کروں بہن۔ بیٹی تو بھگوان کی دَیا سے اپنے گھر میں بس گئی۔ ایک ذمّہ داری پُوری ہُوئی۔ اور بیٹے سے رتّی بھر اُمید نہیں کہ وہ سہارا دے گا۔ اِس سے تو اچھا ہے، گاؤں چلی جاؤں۔ اپنا گھر ہے، دو وقت روٹی تو جُڑ ہی جائے گی وہاں...''

''تو کانُو کہاں ہے...؟''

''بھگوان جانے، اب تو مہینوں اُس کی صُورت نظر نہیں آتی۔''

27

رات کا وقت تھا۔ باہر تیز بارش ہورہی تھی۔ کانُو نے گھر میں لگی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر چٹخنی کھولی، اور ہری کے گھر میں گھس آیا۔ بچّہ پلنگ پر رو رہا تھا۔ اُس کے بغل میں ہری اور آرتی سوئے تھے۔ کانُو نے بچّے کو کھینچ کر نیچے فرش پر اُتار دِیا، اور پھر گہنے کا ڈبّہ کھوجنے لگا جو اُسے اُوپر رکھے بکسے میں مِلا۔ کانُو گہنے سمیت کے باہر جا ہی رہا تھا کہ اُس کی نظر سائیکل پر پڑی اور وہ اُسے بھی اُٹھا کر لے گیا۔ اور دروازہ ویسے ہی کھلا

چھوڑ کر نکل گیا۔ بچہ جھنجھنا دیکھ کر اُس طرف رینگنے لگا جو چوکھٹ
کے پاس تھا۔ تیز ہوا کی وجہ سے جھنجھنا چوکھٹ کے باہر گر گیا۔
بچہ چوکھٹ پھاند کر جھنجھنا لینے گیا۔ تیز بارش، ہوا اور بجلی چمک
رہی تھی۔ بچہ بارش میں جا گرا۔ اور گلی کے باہر جمع پانی میں
غوطے کھانے لگا۔

28

ہری اور آرتی اپنے گھر پہ بیٹھے بچّے کا ماتم کر رہے تھے۔
دھیرے دھیرے وقت پھر گذرنے لگا۔

ہری دُکاندار کے پاس بیٹھا تھا جہاں سے پیپر لے کے وہ
بیچتا تھا۔

''سُنو...'' اُس نے دُکاندار کا دھیان کھینچا۔

''کہہ دِیا بابا۔ پریشان مت کرو، سائیکل لے کر آؤ تب میں تُمھیں اخبار
دُوں گا۔ ایسے اخبار نہیں دُوں گا۔''

''میں پیدل چل کر اخبار بانٹوں گا۔''

''کہا نہ پیدل بانٹنے کے لیے اخبار اب نہیں دُوں گا۔ کل تُم نے ہم کو
آدھے اخبار واپس کیئے، پرسوں بھی تُم نے آدھے واپس کر دیئے تھے۔ مُجھے

دھندا نہیں بند کرنا ہے۔ جاؤ۔ کہہ دِیا نہیں دُوں گا۔''

''صاحب دَیا کرو۔''

''ارے بابا، میں تمھارے پیر پڑتا ہُوں جاؤ نا...''

29

ہری گھر میں کھانا کھا رہا تھا۔ آرتی بھی پانی کا گلاس لا کر، اُس کے بغل میں بیٹھ گئی۔

''تُم بھی کھاؤ نا۔''

''نہیں...''

آرتی کی نظر پلنگ پر پڑے جھنجھنے پر پڑی، اور اُسے اپنے بچّے کی یاد آگئی۔ ہری نے کھانا چھوڑ دیا دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ہری نے کہا۔

''میرا بچّہ دھیرے دھیرے بڑا ہوتا، ٹائی لگا کر اسکول جاتا، یہ کیا ہوگیا؟ سب اُوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔ صبر رکھو۔''

30

کاٹو سڑک کے نکّڑ پر جُوا کھیل رہا تھا۔ اُس کا دوست، ہیرا بھی پاس کھڑا تھا۔ یہ لوگ راہ چلتے لوگوں کو پھانستے تھے۔ جُوا کھِلا کر اُن کو ٹھگتے تھے۔ کاٹو آواز لگا رہا تھا۔

''ایک کا پانچ، دو کا دس۔ ایک کا پانچ دو کا دس۔ ایک کا پانچ دو کا دس۔ یہ بیگم، بیگم پیارے لگاؤ لگاؤ، ایک کا پانچ دو کا دس، یہ لگا کے، لگا کے، پیارے لگا دے۔

وہاں کھڑے دو لوگوں نے پیسے لگائے۔

''یہ لگایا۔''

''یہ پیارے دیکھ۔ دیکھ، یہ بیگم، ایک کا پانچ دو کا دس، ایک کا پانچ دو کا دس، ایک کا پانچ دو کا دس، اب کے لگا دے پیارے، یہ لگا دے بیگم، ایک کا پانچ دو کا دس۔''

ہیرا نے کاٹو کو ٹھہکا دیا۔لیکن کاٹو آواز لگاتا رہا۔

''ایک کا پانچ۔ یہ پیارے غُلام۔''

''بھاگ، پُولس، بھاگ کاٹو...''

پُولس والوں نے سبھی کو دوڑا لیا، وہ آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ پُولس پیچھے پیچھے۔

''کاٹو پُولس کے ہاتھ مت آنا...''

کاٹو پُولس والوں کو دھتکار رہا تھا۔

''ابے! جا بے سالے۔''

دونوں بچتے بچاتے پُل تک آئے۔ سامنے سے آتی پُولِس کو دیکھ کر کانُو نے پُل کے اُوپر سے چھلانگ لگا دی، اور اُس کے دُوسرے ساتھی کو پُولِس نے پکڑ لیا۔ ہیرا چِلّایا۔

''کانُو... کانُو...''

31

ہری کا اخبار بیچنے کا کام ختم ہو چُکا تھا۔ دو وقت کی روٹی کے لیے، کُچھ تو کرنا تھا۔ اُس نے جُوتا پالش کرنے کا کام شروع کر لیا۔

ہری ایک سڑک کے کِنارے بیٹھا گراہک کا اِنتظار کر رہا تھا۔ ایک گراہک آیا تو اُس کا جُوتا پالش کرنے لگا۔

32

کانُو گھر میں بستر پر پڑا ہُوا تھا۔ بغل میں دو بیساکھیاں بھی رکھی تھی۔ پُل سے کود کے اُس نے ایک ٹانگ توڑ لی تھی۔

33

ہری اور آرتی گلی سے جا رہے تھے۔ آرتی نے اپنی ٹیچر کو دیکھا جو دُکان پر کھڑی کتاب لے رہی تھی۔ دونوں نے آگے بڑھ کر پرنام کیا۔

"نمستے۔"

"نمستے۔"

"آرتی ہری کیسے ہو تُم لوگ...؟"

آرتی نے اِشارے سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہیں، آپ یہاں کیا کر رہی ہیں....؟"

"کُچھ کِتابیں لے رہی ہُوں۔"

"اچّھا اچّھا۔"

ٹیچر نے ہری کے ہاتھ میں جُوتا پالش کا ڈبّہ دیکھ کر کہا۔

"ہری! یہ کیا ہری...؟"

"میں نے اخبار بیچنا بند کر دیا۔ اب جُوتا پالش کرتا ہُوں۔"

"کوئی بات نہیں ہری، نوکری نہیں مِلی تو نہ سہی، مزدوری کِسی بھی قِسم کی ہو، شرم کرنے کی کوئی بات نہیں۔ گھبراتا نہیں، میں اسکول کے بچّوں کو تُمھاری مِثال دِیا کرتی ہُوں۔"

کُچھ سوچ کر ٹیچر نے پھر پُوچھا۔

''کیوں رے، کوئی بال بچّے کی خوش خبری کب سُنائے گی؟''

''دُوسرا مہینہ چالُو ہے۔''

''کیا دُوسرا مہینہ ہے...؟''

''ہاں...!''

''مُبارک ہو۔''

ہری نے آرتی سے پوچھا۔

''یہ کیا بول رہی ہو؟ کیا سچ مُچ دُوسرا مہینہ چالُو ہے؟''

''ہاں ...!''

''تُم نے مُجھے بتایا کیوں نہیں...؟''

''خاموش رہو۔''

''مُجھے کیوں نہیں بتایا۔'' ہری نے غُصّے سے پُوچھا۔

یہ سُن کر ٹیچر بھی مُسکرانے لگی اور پھر کہا۔

''ارے تو کیا ہُوا، نہیں بتایا تو؟''

''یہ جھوٹی ہے۔'' ہری نے آرتی کی طرف اِشارہ کرکے کہا۔

ٹیچر نے سمجھایا۔

''جھوٹی ہے؟ نہیں یہ چھپنے والی بات تھوڑی ہے۔''

ٹیچر اپنا سامان دُکاندار سے لے کر جانے لگی۔

ہری پھر سے آرتی کی طرف مُڑا جو اُسے دیکھ کر مُسکرا رہی تھی۔

''مُجھے بتایا بھی نہیں، دو مہینے ہو گیا اب کیا ہاہاہا ہنس رہی ہو؟ تُم نے ٹیچر کو بتا دِیا۔ میرا بچّہ ہے، اور مُجھے دو مہینے کے بعد معلُوم پڑ رہا ہے۔''

آرتی مُسکرا کے آگے بڑھ لی۔ ہری اب تک رُوٹھا ہوا تھا۔

''ہاں! تُم بچّے کو خُود ہی پال لینا میں جا رہا ہُوں۔''

''سوری... معاف کر دو۔''

''نہیں!''

''مُجھے معاف نہیں کرنا ہے؟ جاؤ، مُجھے بھی بات نہیں کرنی۔''

''مُجھ سے بات نہیں کرنی! پاگل ہو گئی ہو!''

دونوں میں پھر سے منائی رُوٹھائی شروع ہو گئی۔

34

ہری اور آرتی پلنگ پر سو رہے تھے، اور اُن کا بچّہ بیچ میں ہی لیٹا رو رہا تھا۔ پاس والے کمرے میں نارائن بابُو کو جیسے ہی بچّے کے رونے کی آواز سُنائی دی، ویسے ہی اُنھوں نے ہری کے پاؤں میں بندھی رسّی کو کھینچا۔ اِس سے ہری اُٹھ گیا۔ ہری نے

آرتی کو بھی جگا لیا۔اِشارے سے بتایا۔

''بچّہ رو رہا ہے۔''

35

گھر میں بیٹھے ہری اور آرتی بچّے کا نام سوچ رہے تھے۔

پاس ہی بچّے کو لے کر نارائن بابُو بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے کہا۔

''آج تیرا نام رکھا جائے گا بیٹا۔ کیوں بھائی نام لِکھ لیے تُم دونوں نے۔''

آرتی اور ہری الگ الگ پرچی میں نام لِکھ رہے تھے بچّے کے لیے۔

''دیکھ لینا بیٹے، تیرا وہی نام نکلے گا جو تیری ماں لکھے گی۔''

''میں نے لِکھ لِیا۔'' ہری نے اِشارے سے کہا۔

''میں نے بھی۔'' آرتی نے کہا۔

''سب پرچیاں نیچے رکھو۔''

''نہیں...''

''میری پانچ پرچی اور تُمھاری نو پرچی، جھوٹی۔''

آرتی اُس کے ہاتھ سے پرچیاں چھیننے لگی.

''میری سات پرچی۔''

''نارائن بابُو سے پرچی اُٹھواؤ۔''

سب پرچیاں پھیلا کر آرتی، نارائن کا ہاتھ پرچیوں کے پاس لائی اور آرتی نے وہ پرچی اُن کے ہاتھ سے چھین لی جو اُنھوں نے پرچیوں میں سے اُٹھائی تھی۔

''دِکھاؤ...'' ہری لپکا۔

''میں نے جو نام سوچا تھا وہی نام چُنا گیا۔''

''ارے کیا نام نِکلا مُجھے بھی تو بتاؤ۔'' نارائن نے پوچھا۔

''تُم نے دو پرچی زیادہ ڈالی تھیں۔'' ہری کہہ رہا تھا۔

''ہمارے بابا کا نام مُجھے نہیں بتاؤ گے؟ ارے آرتی، آرتی، کیا ہری، ہری مُجھے بھی!''

''ایک مِنٹ...'' ہری نے آرتی کو صبر کے لیے کہا۔

بچّے کا نام نارائن کے ہاتھ پہ لِکھ کر بتایا۔ نارائن بولے۔

''اجیت...؟''

''ہاں... ہاں!'' ہری نے یُوں ہی سر ہلا دیا۔

''اچّھا نام ہے، بہُت اچّھا نام ہے۔''

ہری اپنے بچّے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ وہ برتن پہ ڈنڈا بجا کر آوازیں نِکال رہا تھا۔ جس پر بچّہ مُڑ کر دیکھتا تھا۔ نارائن بابُو گھر میں داخل ہوئے اور کہا۔

''ہری، ہری ارے یہ کیا کر رہا ہے تُو؟ اُوئے رکھ اِسے۔ بابا کہاں ہے؟''

نارائن بابُو نے ہری کے ہاتھ سے برتن لے کر رکھ دِیا اور بچّے کو گود میں لے کر لوری سُنانے لگے۔

''سوجابابا رے ...... آ

ننھے بابا رے ...... آ''

نارائن کو گاتے ہُوئے دیکھ کر آرتی نے پُوچھا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں؟''

''لوری سُنا رہے ہیں۔''

''سو جا بابا میرے، سوجا

ننھے بابا میرے، سوجا

ہونٹ سُونے ہیں بیچاری ماں کے،

اُس کی آنکھوں میں باتیں بھری ہیں،

میری آنکھوں سے لے لے تُو بِندیا

میری آنکھوں میں راتیں بھری ہیں۔

سپنے لے جا رہے، لے جارے،

سوجا بابا میرے ..... آ

ننھے بابا رے ...... آ''

لوری ختم ہوگئی۔ بچّہ سو گیا۔ ہری کی نظر نارائن بابُو کے مُنہ

پر ٹکی ہوئی تھیں۔اب ہونٹ چل نہیں رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اُس نے آرتی سے کہا۔

''لوری ختم ہوگئی۔''

آرتی نے بھی نارائن بابُو کے مُنہ کی طرف دیکھا۔

''ہاں ختم ہوگئی۔''

36

ہری اپنی دُکان پر بیٹھا تھا۔تبھی ایک فوجی گاڑی سے ایک میجر نِکلا، اور ہری کے پاس جُوتا پالش کرانے آیا۔ جُوتا پالش ہونے کے بعد فوجی نے اُسے دو روپیے دیئے۔ہری نے اِشارے سے کہا۔

''چھٹّا نہیں ہے۔''

''رکھ لو۔''

''ایک مِنٹ رُکیئے۔''

ہری چھٹّا لینے کے لیے بغل میں گیا۔ تب تک میجر صاحب اپنی فوجی گاڑی میں بیٹھ کر نِکل گئے، اور ہری اُن کی گاڑی کو دیکھتا رہ گیا۔

37

ہری فوج کے جوانوں کے بُوتے پالش کر رہا تھا۔ کیونکہ میجر صاحب نے اُسے جوانوں کے بُوتے پالش کرنے کے لیے کنٹونمنٹ میں رکھ لیا تھا۔

''صاحب آیئے بُوتا پالش کروا لیجئے۔''

ایک آفیسر دوسرے سے کہہ رہا تھا۔

''جب سے ہری یہاں آیا ہے۔ جوانوں نے اپنے بُوٹ پالش کرنے چھوڑ دیئے ہیں۔''

''چھوڑے نہیں ہیں۔ خُود بھی کرتے ہیں اور ہری سے بھی کراتے ہیں تاکہ یہ یہاں پر ٹِکا رہے۔''

''سر، آپ بھی۔'' ہری نے پوچھا۔

''نو، نو، تھینک یُو، ہری اِٹس آل رائٹ۔''

38

شام کو ہری اپنے کام سے گھر لوٹا، اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اُس کے بچّے نے دروازہ کھول دِیا۔ اُس کا بیٹا اب بڑا ہو گیا تھا،

سمجھدار ہو گیا تھا۔

''پاپا! آ گئے ہیں۔''

''یہ بڑا ہو کر فوجی بنے گا۔''

آرتی جو پاس بیٹھی تھی اُس نے کہا۔

''نہیں نہیں، ہوائی جہاز چلائے گا۔''

''ہوائی جہاز کبھی بھی گِر سکتا ہے۔''

''نہیں، نہیں.....!''

تبھی ہری اپنے ہاتھوں کی نبض پکڑ کر اُسے کُچھ سمجھانے کی کوشِش کرنے لگا۔

''یہ بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا۔''

''نہیں نہیں، یہ ہوائی جہاز چلائے گا۔''

آرتی نے ایک چِٹھی ہری کو دی۔

''یہ چِٹھی میرے لیے؟''

ہری کو پڑھ کر معلُوم ہُوا کہ اُس کی نوکری پریس میں لگ گئی۔ اُس کی عرضی کا جواب آیا تھا۔ آرتی اور ہری بہُت خُوش ہُوئے۔

39

ہری پریس میں کام کرنے لگا۔ پریس میں چھٹی کی گھنٹی بجی تو ایک آدمی آیا، اور اُس نے ہری کو کہا۔

''گھنٹی بج گئی۔''

گھنٹی ہری کو سُنائی نہیں پڑتی تھی۔ اس لیے وہ آدمی اُسے بتانے آیا تھا۔

''چھٹی ہوگئی۔''

''ہاں، چھٹی ہوگئی۔''

ہری سمجھ گیا۔ ہری مشین بند کر کے چل دِیا۔ پھر مینیجر کے دروازے کے باہر آ کر اُن کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔

''کم اِن! کم اِن! کون ہے اندر آؤ...!''

بار بار کم اِن بولنے کے باوجود باہر والا آدمی اندر نہیں آیا تو اُنھوں نے گھنٹی بجا کر چپراسی کو اندر بُلایا۔

''یس سر۔''

''کون بدتمیز ہے؟ کیوں دروازہ کھٹکھٹاتا جا رہا ہے؟ اندر بُلاؤ اُسے۔''

چپراسی نے اِشارہ کر کے ہری کو اندر بُلایا۔ ہری نے اِشارے سے پرنام کیا۔

''نمستے۔''

"کیا بات ہے کیوں دروازہ پیٹے جا رہے ہو؟"

"سر یہ بہرہ ہے، سُن بول نہیں سکتا۔" چپراسی نے مینیجر کو بتایا۔

"یہاں کیا کرتا ہے یہ؟"

"یہ پرنٹنگ مشین پہ کام کرتا ہے۔"

مینیجر نے ہری سے اشارے میں پوچھا۔

"کیا کام ہے؟"

ہری نے اپنے جیب میں سے ایک کاغذ نِکال کر مینیجر کو دِیا۔ اُس میں لِکھا تھا۔

"سر آپ کی بہُت مہربانی ہوگی اگر دُوسری شِفٹ میں مُجھے اوور ٹائم کرنے کی اِجازت دے دیں۔ میرا لڑکا اِسکول جانے لگا ہے اور اِتنی تنخواہ میں میں اُسے اچھی طرح پڑھا لِکھا نہیں سکتا۔ میرا بیٹا، آپ سب کی طرح سُن بھی سکتا ہے، بول بھی سکتا ہے۔"

مینیجر نے پڑھ کر ہری کی طرف دیکھا تو..... ہری نے اِشارہ کر کے بتایا۔

"ہاں، میرا بیٹا بول سکتا ہے۔"

"ہری چرن میں تمھارے لیے جو کُچھ بھی کر سکوں گا، ضرور کروں گا، تُم تسلّی رکھو۔" مینیجر نے اِشاروں سے سمجھا دیا۔

"دھنیہ واد۔"

ہری چلا گیا تو مینیجر نے پھر گھنٹی بجا کر چپراسی کو بُلایا۔

''یس سر''

''سنو یہ آدمی یہاں کب سے کام کر رہا ہے؟''

''یہی کچھ چار پانچ سال ہو گئے ہوں گے سر۔''

''ہُوں...''

''سر اِس کی بیوی بھی گونگی اور بہری ہے۔''

''کیا...؟'' مینیجر نے حیرت سے کہا۔

40

امیت اپنے اسکول کے پروگرام میں گانا گا رہا تھا، جہاں اُس کے ماں باپ اور نارائن انکل بیٹھے پروگرام دیکھ رہے تھے۔

تا،ر، رمّ، تر،را رمپ پمپ،

تا، ر،رمّ، 2 تر را رمپ، رمپ،

تر، رم، پم

ہم سے ہے وطن ہمارا اور وطن سے ہم۔

بیٹے کو اسٹیج پر دیکھ کر دونوں بے حد خوش تھے۔

41

مینیجر کیبن میں بیٹھ کر کام کر رہے تھا کہ اُن کا دروازہ کسی
نے کھٹکھٹایا۔

''کم اِن! آؤ اندر آ جاؤ۔''

ہری اندر آ کر مینیجر کو اِشارے سے پرنام کیا۔

''نمستے۔''

''بیٹھو!''

''نہیں،نہیں میں کھڑا ہی ٹھیک ہُوں۔''

''ہری چرن تُمھاری بہُت بڑی ترقّی ہو گئی ہے! مُبارک ہو۔تُم اپنے سیکشن
کے ہیڈ بنا دیئے گئے ہو۔'' مینیجر اِشاروں سے سمجھا رہے تھے۔

ہری سمجھ نہیں پایا جو مینیجر نے کہا اُس سے۔

''مُجھے سمجھ میں نہیں آیا۔''

''ہاں ہاں، تُم اپنے سیکشن کے ہیڈ بنا دیئے گئے ہو، لو تُم یہ لو۔''

مینیجر نے اُس کا نیا 'اپوائنٹمنٹ لیٹر' بڑھایا۔ ہری نے لے
کر پڑھا پھر خوشی میں کہا۔

''بہُت بہُت شُکریہ۔''

''مُبارک ہو۔''

42

ہری اپنے گھر میں بیٹھا اپنے بیٹے کا جیتا ہُوا اِنعام دیکھ رہا تھا۔ آرتی وہاں ناشتہ لے کر آئی۔

''پاپا، پاپا فرسٹ پرائز مِلا۔''

''یہ دیکھو، یہ امیت نے جیتا ہے۔''

''اِدھر آؤ۔'' آرتی نے امیت کو بُلایا۔

''میں نہیں کھاتا۔''

''یہ دُودھ پی لو۔''

''میں گانا سُنو گا۔'' امیت ریڈیو لگانے لگا۔

''یہ کیا کر رہا ہے؟'' آرتی نے ہری سے پوچھا۔

''ریڈیو سُن رہا ہے۔''

ہری نے آرتی کو ٹرانسٹر کے سپیکر پر ہاتھ رکھنے کے لیے کہا۔

''کچھ محسُوس ہُوا؟''

''ہاں محسُوس ہُوا۔''

''یہی تو سُن رہا ہے۔''

امیت گانا سُن کر ناچنے لگا، اور اُسے ناچتا دیکھ، آرتی اور ہری تالی بجانے لگے۔ اُس کے پیروں کو دیکھ دیکھ کر تال دینے لگے۔

43

ہری اپنے دروازے پر ''نیم پلیٹ'' لگا رہا تھا۔ آرتی نے اُسے چائے پینے کے لیے اندر بُلایا۔

''چلو چائے پی لو۔''

''ہاں چلو اندر، ذرا ''نیم پلیٹ'' لگا رہا تھا۔''

دونوں کمرے میں بیٹھے تھے۔ آرتی چائے بنانے لگی اور ہری پیپر پڑھنے لگا۔ ہری پیپر رکھ کر آرتی سے کہنے لگا۔

''تھوڑے سے سمئے کے بعد تُم بھی بُوڑھی ہو جاؤ گی۔ تھوڑے سمئے بعد تمھارے بال بھی سفید ہو جائیں گے۔''

''ہاں!''

''چائے دو۔''

تبھی آرتی نے میز پر رکھی دوائی اُٹھا کر ہری کو دی۔

''رُکو۔''

''نہیں، یہ گلے میں بہت لگتی ہے۔''

''جب سوؤ گے تو کھانسی آئے گی ورنہ۔''

''دو نہیں، صرف ایک کھاؤں گا۔''

''یہ لو...۔''

آرتی نے پیپر اُٹھا کر ہری کو دِکھایا۔

''کیا ہُوا؟''

''مُجھے بولنے سُننے کی اب کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔''

''تُم اور میں بول سُن نہیں سکتے، لیکن ہم سب ایک دُوسرے کی بات سمجھتے ہیں۔''

''تُم میری پتنی، بولنے، سُننے سے تھوڑی نہ بنی ہو۔

دونوں نے ہنس کے ایک دُوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔

44

وقت گذرتا چلا گیا۔ اب آرتی نہیں رہی۔ ہری کُرسی پر بیٹھا اپنی سورگ واسی پتنی کی تصویر کو دیکھ رہا تھا، اور آرتی کے ہاتھ کی لِکھی چِٹھیاں پڑھ رہا تھا۔ نوکر چائے لے آیا۔ ہری نے اُس سے پُوچھا۔

''امیت کہاں ہے؟''

''امیت صاحب ناشتہ کر کے کالج چلے گئے۔''

نوکر وہاں سے چلا گیا، اور ہری نے دفتر کی فائل اُٹھا کر آرتی کی تصویر کے پاس گیا، اور تصویر سے کہا۔

''میں جا رہا ہُوں .... دفتر!!''

45

ہری دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ تبھی اُس کے کیبن میں چپراسی آیا اور کہا۔

''صاحب آج کی ''ڈِس پیچ'' رِپورٹ مانگ رہے ہیں۔''

''ہاں ہاں میں خُود ہی لاتا ہُوں۔''

ہری مینیجر کے کیبن میں رپورٹ لایا۔ مینیجر نے اُس سے اِشارے میں پُوچھا۔

''تمھارا بیٹا امیت کیسا ہے؟''

''آگے پڑھائی کرنا چاہتا ہے۔''

''وہ اور پڑھنا چاہتا ہے؟ ایم اے کرنا چاہتا ہے؟''

''ہاں ہاں!''

''گڈ!''

مینیجر کی پتنی دروازے پہ کھڑی تھی۔ اُس نے کہا۔

''میں آئی کم اِن۔ May I Come in''

''آؤ! حد ہوگئی، تُمھیں بھی پُوچھنے کی ضرورت ہے؟''

''کیوں دفتر کے باس تو آپ ہیں۔''

''جی ہاں گھر کی باس تو آپ ہی ہیں۔ دیکھئے آپ کے آتے ہی میں کھڑا ہوگیا۔''

مینیجر نے ہری کو اشارے سے بتایا۔

''ہری آپ ہیں میری دھرم پتنی۔''

''نمستے۔''

''آپ ہیں ہری چندر ماتھور ... بیٹھو۔''

''میں فائل کو یہیں رہنے دوں۔''

''ہاں فائل کو یہیں رہنے دو۔''

''نمستے۔''

ہری کیبن سے باہر چلا گیا۔ مینیجر کی پتنی نے پوچھا۔

''آپ نے کوئی بات کی اِن سے۔''

''نہیں ہر بار سوچتا ہُوں، بات کروں لیکن کیا ہے، جس پوزیشن پر میں ہُوں، وہ کہیں اُس کو مجبوری نہ سمجھ لے۔''

''گھر پر کیوں نہیں بُلا لیتے کِسی دِن چائے پر یا کہیئے تو ہم چلے چلیں۔''

''نہیں، نہیں، اُس بے چارے کے لیے بڑا 'ایمبیرسنگ' ہو جائے گا۔''

''تو کل اِنوائٹ کر لیجئے نہ۔ سنڈے بھی ہے۔''

''گڈ آئیڈیا....!''

مینیجر نے کاغذ پر ہری کے لیے کُچھ لِکھا، اور اپنی پتنی سے کہا۔

''سُنا ہے، ویکنٹھ کی شادی طئے ہو گئی ہے۔''

''جی ہاں! لڑکی بھی بہُت اچھی ہے۔''

''میں نے سُنا خُوبصورت بھی بہُت ہے۔ مگر خُود تو پونے چار فِٹ ہی ہے۔''

مینیجر پتّا پھاڑ کر اپنے کیبن سے ہری کے کیبن میں گیا، کاغذ دیتے ہُوئے کہا۔

''ہری چرن۔ اگر کل شام کو کُچھ نہیں کر رہے ہو تو تُم میرے گھر پہ آ جاؤ۔ اِکٹھے بیٹھ کر چائے پی لیں گے۔''

''میں؟ آپ کے یہاں؟ ٹھیک ہے۔''

''ہاں! کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بس تُم آؤ گے تو میرا دِل خُوش ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے، آؤں گا۔''

''ہُوں ٹھیک ہے، چھ بجے ...!''

''چھ! بجے۔''

46

گھر پہ امیت اپنے دوست کے ساتھ پڑھ رہا تھا۔ اُس کے دوست نے کہا۔

''امیت یُو نو، وِن اِنٹرسٹینگ، فیکٹس اباؤٹ مِلٹن؟''

''ہُوں...''

''جب اُن کی شادی ہُوئی تو اُنھوں نے 'پیرڈائیزلوسٹ' لکھی، اور جب اُن کی بیوی مر گئی، تو اُنھوں نے 'پیرڈائیز ری گین' لکھی۔''

''ابے نہیں بے، جب اندھے ہُوئے تب پیرڈائیز لوسٹ لِکھی تھی۔''

''پر یار ایک بات ہے، اُن کی بڑھیا شاعری اُس وقت کی ہے، جوکہ اُنھوں نے اندھے پن میں لِکھی۔''

''ہاں! اندھے پن میں نظر زیادہ آتا ہے نا۔ یُو نو اِنسان کے سِکس سینس کُچھ زیادہ ہی کام کرتے ہیں۔''

''اچھا تُمھیں کیسے معلُوم؟''

''نارائن انکل! بتایا نہیں تھا بچپن میں اکثر مُجھے لوری سُنایا کرتے تھے۔ یُوں نو لمبے عرصے تک نارائن انکل مُجھے اجیت کہتے رہے حالانکہ پاپا نے اُن کے بازو پر امیت لِکھا تھا، لیکن وہ اجیت سمجھتے رہے، پاپا بہُت عزّت کرتے ہیں اُن کی۔''

''اچھا امیت ایک بات بتاؤ۔ تُم اپنے پاپا کی بات چیت اِتنے ڈیٹیل میں کیسے سمجھ جاتے ہو۔''

''بچپن سے دیکھتے دیکھتے، اب تو اُن کی آنکھیں پڑھ سکتا ہُوں۔ جب وہ ہاتھوں سے بات کرتے ہیں تو اُن کے ہاتھ سُنائی دیتے ہیں مُجھے۔''

اور امیت پھر کہنے لگا۔

''میری پرورِش تین آدمیوں نے کی جن میں سے دو میرے ماں باپ،

گونگے بہرے، جو نہ سُن سکتے تھے، نہ بول سکتے تھے، اور تیسرے نارائن انکل!
جو نارائن انکل بولتے تھے، وہ یہ سُن نہیں پاتے تھے، اور یہ جو اِشاروں میں کہتے تھے، نارائن انکل دیکھ نہیں پاتے تھے۔ یٹ دے ور فرینڈز ووڈ۔ ہمارے بولنے سُننے کی شکتی نے دوستوں سے زیادہ دُشمن پیدا کئے ہیں۔ جس کو ہم کہتے ہے کہ ہمارے خیالات نہیں ملتے، ہمارے اِزمس (isms) نہیں ملتے۔''

تبھی ہری سِگریٹ پیتے ہُوئے کمرے میں آئے۔ امیت اور اُس کا دوست کھڑے ہو گئے۔ ہری نے اُسے ایک کاغذ دِیا۔

''آئیں پاپا؟ گپتا سر نے چائے پہ بُلایا ہے؟ بہُت اچھی بات ہے۔''

''تُم اور میں دونوں چلیں گے۔''

''نہیں پاپا آپ کو بُلایا ہے آپ جائیے۔''

''میں بول سُن نہیں سکتا۔ وہ لوگ بور ہو جائیں گے۔''

امیت نے اپنے دوست کو سمجھایا۔

''پاپا بول رہے ہیں۔ میں بول سُن نہیں سکتا، وہ لوگ بور ہو جائیں گے۔ اچھا پاپا میں چلوں گا آپ کے ساتھ۔''

''چھ بجے چلنا ہے۔''

ہری کمرے سے باہر گیا، اور امیت نے اپنے دوست سے کہا۔

''گپتا صاحب لکشمی پریس کے مالک ہیں، چائے پہ بُلایا ہے، پاپا کو۔ پاپا بہُت فخر محسُوس کر رہے ہیں کہ اِتنے بڑے آدمی نے اُن کو چائے پہ بُلایا ہے۔''

"Hats off to your Father, really a great man ورنہ اِس ہنڈی کیپ کے ساتھ اسٹرگل کرنا لائف میں۔"

"افکورس! ایک معمولی بُوٹ پالش کرنے والے سے لے کر یہاں تک پہنچنا! ہم کوشش کریں، تب بھی نہیں پہنچ سکتے۔ صرف ماں جی کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ پاپا اُن کے جانے کے بعد سے اکیلے رہ گئے۔ اس لیے جتنا بھی وقت ہو سکے اُن کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔"

47

کانُو بیساکھی کے سہارے چل چل کے گاڑی صاف کر رہا تھا، تبھی ہری اور امیت ایک ٹیکسی میں آکر بیٹھ گئے، ٹیکسی والا کانُو کا دوست تھا۔ اُس نے کانُو سے کہا۔

"چل تُو بھی چل...؟"

کانُو نے ہری کو دیکھ کر آنکھ چُرا لی۔

"نہیں...!"

"ارے چل نا۔"

"تُو جا۔" کانُو کترا گیا۔

ٹیکسی وہاں سے چلی گئی۔ کانُو ایک طرف جا کر سِسکنے لگا۔ اُسے محسُوس ہُوا، اُس جیسا پاپی اِس دُنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔

48

ہری اور امیت مینیجر کے گھر پر پہنچے اور مینیجر نے اُن کا سواگت کیا۔

"نمستے ہری چرن۔"

"یہ میرا بیٹا ہے۔"

"ہاں اچھا کیا، بہت اچھا کیا، ہاؤ آر یو امیت...؟"

"جی فائن تھینک یو۔"

"آیئے، آیئے، مسز گپتا۔" مینیجر نے اپنی پتنی سے کہا۔

"اسکیوز می! میں ابھی آئی۔"

"اچھا ذرا جلدی آنا، بیٹھیے نا۔"

امیت، ہری اور مینیجر صوفے پر بیٹھ گئے۔ مینیجر نے کہا۔

"ایم سوری امیت۔ آئی شوڈ ہیو ٹولڈ یوئر فادر ٹو برنگ یو آلانگ۔"

"سر اس میں فارمیلٹی کی بات تھوڑے ہے۔"

مینیجر کی پتنی اور بیٹی بھی آگئیں، اور مینیجر نے اُن کا تعارف کرایا۔

"امیت میری بیٹی! پدما، آؤ بیٹھو، بیٹھو بھائی تُم بھی بیٹھو، نہیں تو پھر مُجھے کھڑا ہونا پڑے گا۔"

''امیت اور کہاں تک پڑھنے کا اِرادہ ہے؟''

''جی ایم اے کر لوں تو ذرا...''

''سبجیکٹ کون سا لیا ہے۔''

''لِٹریچر...!''

''لِٹریچر بڑا مُشکل سبجیکٹ پُتا ہے۔''

''جی سبجیکٹ تو مُشکل نہیں ہے۔ لیکن سبجیکٹ کی وجہ سے نوکری مِلنا مُشکل ہو جاتی ہے۔''

مینیجر نے کُچھ سوچ کر امیت سے کہا۔

''امیت ایک طرح سے تُم نے اچھا ہی کِیا جو تُم اپنے پِتا جی کے ساتھ یہاں چلے آئے۔ حالانکہ میں نے سوچا تھا کہ پہلے بات اُن سے کر لوں۔ امیت... امیت ہم چاہتے ہیں کہ آپ لوگ ہماری بیٹی کو اپنی بہُو بنا لو۔''

''جی...؟''

''ہاں...''

امیت کا پریشان چہرہ دیکھ کر ہری نے پوچھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''ہری چرن ہم چاہتے ہیں کہ تُم ہماری بیٹی کو اپنی گھر کی بہُو بنا لو۔''

ہری گھبرا گیا، اور اُس نے کہا۔

''ہم چھوٹے لوگ، آپ بڑے لوگ ہیں، ہم میں اور آپ میں بہُت

فاصلہ ہے۔ آپ کیا بات کر رہے ہیں؟ امیت تو ہی سمجھانہ اِنھیں۔"

"پاپا ٹھیک کہہ رہے انکل۔ ہمارا اور آپ کا بہت فرق ہے، اِسٹیٹس میں۔ اور ہم اِس قابل بھی نہیں کہ۔"

"دیکھو، دیکھو امیت سوال اِسٹیٹس کا نہیں ہے۔ میرے پاس پیسہ ہے، میرے پاس دولت ہے، مجھے اِس لڑکی کے لیے بڑے سے بڑا گھر کا وَر مل سکتا ہے۔ مگر میں ایک ایسے لڑکے کی تلاش میں تھا جس میں صبر ہو، جو اِس لڑکی کو سمجھ سکے، اور تمھارے گھر کے حالات دیکھتے ہُوئے میں نے سوچا تُم سے بہتر لڑکا مجھے کہاں مِل سکتا ہے۔ امیت کوئی مجبوری نہیں ہے، اگر تمھیں منظور نہ ہو تو صاف کہہ دینا، آخر تُمھاری بھی اپنی زندگی کا سوال ہے۔ وہ وجہ یہ ہے کہ میری بیٹی گُونگی ہے! بہری ہے وہ!"

یہ سُن کر امیت نے چونک کر پدما کو دیکھا۔

"وہ بول سُن نہیں سکتی۔" مینیجر نے ہری کو اِشارے سے بتایا۔

یہ سُننے کے بعد سب خاموش ہو گئے اور ہری پدما کو بہت غور سے دیکھنے لگا۔ اُسے دیکھتے دیکھتے آرتی کی یاد آ گئی، اور وہ پُرانی باتیں سوچنے لگا کہ وہ کیسے مِلے تھے۔ آرتی شادی کے لیے کیسے راضی ہُوئی تھی۔ جب اُنھیں معلُوم پڑا تھا کہ اُن کا بچّہ گُونگا بہرا نہیں تھا، وہ اپنے بچّے کو بڑا ہوکر کیا بنائیں گے یہی سب سوچ کر ہری کی آنکھ میں آنسو آ گئے اور وہ اُٹھ کر پدما کے پاس چلا گیا۔ پدما کا سر سہلاتے ہُوئے مینیجر سے کہا۔

"مُجھے اِن دونوں کی شادی کا رِشتہ منظور ہے۔"

''پاپا میں یہ شادی نہیں کروں گا!''

امیت اچانک کھڑا ہو گیا۔ ہری کو اِشارے میں سمجھایا کہ وہ اُس سے شادی نہیں کرے گا۔ اور گھر کے باہر چلا گیا۔ یہ سُنتے ہی ہری کو بہُت گہرا دھکا لگا۔

''میں نے اُسے چھوٹے سے پالا اور اُس نے ایک ہی بار میں سب ختم کر دِیا۔'' ہری کی آنکھیں بہنے لگیں۔

''صبر صبر، آؤ بیٹھو یہی تو میں نہیں چاہتا تھا، اِس لیے تو میں کہتے ہُوئے ڈرتا تھا، ہری...''

ہری کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

''میں نے اُسے چھوٹے سے پالا اور اُس نے ایک ہی بار میں سب ختم کر دِیا، اُس نے میرے دِل کو دُکھایا۔ میں نے خواہمخواہ خُون پسینہ بہا کر اُسے بڑا کِیا۔''

ہری مینیجر کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگ گیا۔

49

امیت اپنے گھر میں پلنگ پر لیٹا تھا جب گھر میں ہری آیا، اور سیدھا امیت کے کمرے میں گیا اور کہا۔

''اپنا سامان باندھو اور گھر سے نِکل جاؤ۔''

''یہ کیا کہہ رہے ہیں پاپا آپ...؟''

ہری نے اُسے ایک طمانچہ لگایا اور کِتاب اُٹھا کر کہنے لگا۔

''تُمھاری سب پڑھائی بے کار ہے۔ یہ جو تُم نے پڑھائی کی ہے، سب بے کار ہے....''

ہری امیت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہُوا آرتی کی تصویر کے پاس لے گیا، اور امیت سے کہا۔

''تیری ماں، بول سُن نہیں سکتی تھی، اور میں بھی بول سُن نہیں سکتا تھا، تب بھی ہم دونوں کیسے ساتھ رہے، ہم دونوں بول سُن نہیں سکتے تھے، تب بھی تُجھے پال پوس کر بڑا کیا۔ ایسے ہی ہم دونوں نے پڑھنا لِکھنا سیکھا۔ اور تُو نے یہ پڑھنا سیکھا ہے، تیرے پاس دِماغ ہے، دِل نہیں ہے۔''

اُسی وقت نارائن انکل داخل ہُوئے۔ اُنہیں ہری کی غُرّاہٹ سُنائی دی۔

''کیا ہُوا؟ کون لڑ رہا ہے، اِس گھر میں؟''

''ہٹ جا میرے سامنے سے۔'' ہری نے امیت کو دھکّا دیا۔

بغیر آنکھوں کے نارائن نے یہ سب سُن کر پُوچھا۔

''اجیت؟ اجیت تُجھ پر ناراض ہو رہا ہے ہری کیا؟ کیا کِیا تُو نے؟ بول کیا کِیا تُو نے؟''

ہری آرتی کی تصویر سے سر ٹِکا کر رونے لگا، اور نارائن نے امیت سے کہا۔

''شرم نہیں آئی تُجھے؟ تُو نے اُسے دُکھ پہنچایا... اپنے... اپنے ایسے باپ کو، جس نے تجھے...!''

امیت بھی رونے لگا، اور اُس نے نارائن انکل سے کہا۔

''انکل مُجھے معاف کر دو۔ انکل.....''

امیت ہری کے پاس گیا جو کہ تصویر کے سامنے رو رہا تھا۔

امیت نے ہری کو چُپ کرایا، اور وعدہ کیا کہ وہ شادی کے لیے تیار ہے۔

50

امیت پدما کو اِشارے میں سمجھا رہا تھا۔

''پدما پہلی بار شادی سے میں نے اِنکار کر دِیا تھا، اُس کے لیے مُجھے معاف کر دینا۔''

پدما نے امیت کو سمجھایا۔

''میں نے آپ کو معاف کر دیا، ہم دونوں اب ساتھ ساتھ رہیں گے۔''

ایک نیا جیون شروع ہُوا۔ ایک اچھے پریوار کا۔ اور سنسار کو بہتر بنانے کی کوشش جاری رہی۔

ختم شُد

کوشش

چیف اسسٹنٹ	:	میراج
آرٹ ڈائرکٹر	:	اجیت بنرجی
ساؤنڈ	:	ای۔ ایم سُورت والا
کیمرہ	:	کے ویکنٹھ
گیت	:	گلزار
سنگیت	:	مدن موہن
پروڈیوسر، کہانی، ہدایت کار	:	رومو این، سپی، راج این سپی،
اِسکرین پلے	:	گلزار

ستارے	:	سنجیو کمار، جیا بہادُوری، اوم شیو پوری، اسرانی، دینا پاٹھک، بِتن سیٹھ، سیما، آتم پرکاش۔